اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لِدعوۃ الحق

فون نمبر دارالعلوم : ۴ — قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار — فون نمبر رہائش : ۲

ماھنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۱۶ — جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

شمارہ نمبر : ۷ — اپریل ۱۹۸۱ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک پاکستان میں سالانہ ۲۵/ روپے فی پرچہ ۲/۵۰ روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

ادبیات کا اسلامی تصوّر

مذاکرۂ علمی

ندوۃ العلماء کا ایک نہایت مستحسن اقدام

نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالمِ اسلام کے ادبیات اپنے اصل مقصد اور اسلامی تصوّر سے ہٹتے جا رہے ہیں۔ ادب کا فلسفہ دوسرے نظریات اور غیر اسلامی مادی فلسفوں کی بھینٹ چڑھ گیا ہے اور اسلامی روح دھندلی ہوتی جا رہی ہے۔ اس مسئلہ کا ہمہ گیر سطح پر علمی اور تحقیقی جائزہ عالمِ اسلام کی ایک اہم ضرورت اور وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔ ہمیں نہایت خوشی ہے کہ عالمِ اسلام کی ایک نہایت فاضل اور برگزیدہ شخصیت حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ کو اس مسئلہ کا ایک عالمی جائزہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی، اس مقصد کیلئے انہوں نے ۱۷، ۱۸، ۱۹ر اپریل ۱۹۸۱ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بھارت میں ایک عالمی مذاکرۂ علمی کا اہتمام فرمایا عالمِ اسلام کے چیدہ علمی اور ادبی شخصیتوں کو اس میں مدعو کیا ہے۔ جو ادبیات کے اسلامی تصوّر سے متعلق اہم مباحث اور موضوعات پر اظہارِ خیال فرمائیں گے مولانا موصوف نہ صرف ایک متبحّر عالم و فاضل اور مخلص داعی و مبلّغ ہیں بلکہ خداوند تعالیٰ نے انہیں اردو بالخصوص عربی ادب کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بھی نوازا ہے۔ اور یہ عظیم کام انہی جیسے ہمہ پہلو جامع شخصیت کے کرنے کا تھا۔ مولانا موصوف دامت برکاتہم نے اس مذاکرۂ علمی کیلئے اس ناچیز کو بھی یاد فرمایا ہے اور متعدد دعوت نامے موصول ہوتے ہیں۔ اگر مجھ جیسے علم و ادب سے تہی دامن طالب العلم کو ایسی علمی مجلس میں شرکت اور استفادہ کی سعادت نصیب ہوتی ہے تو زہے نصیب (جبکہ سفر کی دقتیں اور رکاوٹیں بظاہر مانع ہیں۔) تاہم ہماری کوشش ہوگی کہ اس اہم مذاکرہ کے مباحث مقالات اور نتائج حاصل کر کے قارئین تک پہنچائے جائیں۔ مذاکرہ کے دعوت نامے میں مولانا موصوف نے نہایت جامع اور فکر انگیز انداز میں موضوع کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے جو خود اس قابل ہے کہ ملک و ملّت کے علماء ادیب اور دانشور اس پر توجہ فرمائیں اور خیال انگیز نکات پر غور کریں اور جس حد تک بھی ممکن ہو اس موضوع اور منعقد ہونے والے مذاکرۂ علمی کے سلسلہ میں علمی، قلمی اور فکری تعاون فرمائیں دعوت نامہ کی اس اہمیت اور افادیت کے پیشِ نظر آج کے نقشِ آغاز میں ہم اس کا متن بطور مہمان اداریہ پیش کر رہے ہیں اور ہماری دلی دعا ہے کہ یہ اجتماع اور مذاکرہ پوری علمی ادبی اور اسلامی دنیا کے لئے عظیم خیر و برکت اور بہترین نتائج کا حامل ثابت ہو اور ہر لحاظ سے کامیاب بھی، سفر کی رکاوٹوں اور مشکلات کی بنا پر جو تشنگانِ علم و ادب اس میں شریک نہیں ہو سکتے وہ اتنا تو کہہ

سکتے ہیں کہ ؎

باں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

سمیع الحق
۲۱ مارچ

دعوت نامہ

مکرمی !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ہم آپ کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ ادب اور بالخصوص ادب عربی کے ذخیرہ کا نئے سرے سے جائزہ لینے، پھر سے اس کا مطالعہ کرنے اور نئے انداز سے پیش کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ ہر قوم کے ادب کی طرح ادب عربی بھی ابتلا و آزمائش کے دور سے گذرتا رہا ہے۔ ابتلا و آزمائش کا یہ مرحلہ تقریباً فطری ہے اور اس سے ہر زبان و ادب کو گذرنا پڑا ہے۔ البتہ اسکی مدت میں کمی بیشی ہوتی رہی ہے، کسی قوم کے ادب میں آزمائش کا دور طویل ہوا ہے، تو کسی کا مختصر، دراصل اس کا تعلق معاشرتی حالات، سیاسی عوامل و محرکات اور اصلاح و تجدید کی تحریکوں سے ہے۔ جہاں یہ چیزیں پورے طور پر میسر آگئیں وہاں آزمائش کا دور مختصر ہو گیا، اور جہاں یہ چیزیں میسر نہ آئیں یا کم آئیں اس ادب اور قوم کی آزمائش اور زبوں حالی کا دور طویل ہو گیا۔

کسی بھی ادب کی آزمائش اور ابتلاء یہ ہے کہ اس پر ایسے لوگ حاوی ہو جائیں جو ادب کو بطور فن اور پیشہ کے اپناتے ہیں اور اس کو صرف اپنے ساتھ مخصوص و محدود بنا لیتے ہیں، اس کو بنانے سنوارنے اور عبارت آرائی کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے ہیں کہ اس طرح کمال و مہارت کا سکہ جما کر اپنی مقصد برآری کریں۔ یہ صورت حال مسلسل ترقی پذیر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ادب صرف انہی افراد کی میراث بن کر رہ جاتا ہے اور ایک ایسا وقت آتا ہے کہ ادب کا تصور ان ہی کے نگارشات قلم تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے جو محض صنعت و فنکاری اور تقلیدی ادب کا مجموعہ ہوتا ہے، اس کے اندر زور ہوتا ہے۔ نہ روح، جدت و ندرت ہوتی ہے۔ اور نہ دلچسپی کا کوئی سامان۔

یہ مصنوعی اور تقلیدی ادب اس فطری، رواں اور سلیس ادب اور اسکی بلیغ تعبیرات پر جن پر انسان جھوم اٹھے، اور اس کے ذہن و فکر کے اندر وسعت پیدا ہو جو اندھی تقلید سے

روکے اور انسان کے اندر خود اعتمادی پیدا کرے۔ وہ ادب جس سے اس قوم کا کتب خانہ بھرا پڑا ہے۔ اس ادب پر یہ تقلیدی اور مصنوعی ادب چھا جاتا ہے۔ حالانکہ اس رواں اور سلیس ادب میں اس کے سوا اور کوئی عیب یا نقص نہیں ہوتا ہے کہ وہ ان افراد کے قلم سے نکلا ہوتا ہے جنہوں نے ادیبوں کی وردی نہیں پہنی اور انہوں نے ادب و انشاء کو پیشہ یا ذریعہ معاش نہیں بنایا اور ان کے دلکش و دلنواز ادبی خوش بیانیوں کو کسی ادبی عنوان سے موسوم نہیں کیا گیا ہوتا ہے اور نہ اس کا ادب کے سیاق میں ذکر کیا گیا ہوتا ہے بلکہ کسی دینی بحث علمی و فکری کتاب اور فلسفیانہ یا معاشرتی موضوع کے تحت ذکر آیا ہوتا ہے، یہ سب ادبی شہ پارے دینی و اخلاقی اور علمی کتابوں کے انبار میں دبے ہوئے ہیں تقلیدی ادب نے خود پسندی کی بنا پر اسے اپنی صف میں جگہ نہیں دی اور مؤرخین ادب نے اپنی فکر و نظر کی کوتاہی کے سبب ادھر توجہ نہیں کی اور نہ اُسے وہ مقام دیا جس کے وہ شہ پارے بجا طور پر مستحق تھے۔

یہ فطری، دلآویز اور طاقتور ادب، عربی کے معمور کتب خانہ میں بہت ہے اور اسکی تاریخ مصنوعی و تقلیدی ادب سے زیادہ قدیم ہے، کیونکہ مکاتیب و رسائل اور قصہ کہانیوں کے اندر تقلیدی ادب کے مدون ہونے سے بہت پہلے حدیث و سیرت کی کتابوں میں یہ فطری اور طاقتور ادب مدون ہو چکا تھا۔ لیکن ادب کے مورخین اور تحقیق اور ریسرچ کا کام کرنیوالوں نے جتنی توجہ تقلیدی ادب پر صرف کی اتنی اس قدیم اور فطری ادب پر نہیں کی حالانکہ اس قدیم اور فطری ادب سے عربی زبان کی صلاحیت و برتری اور اس کی گیرائی و گہرائی ظاہر ہوتی ہے اور اہل زبان کا کمال فن، ملکہ اور زبان پر ان کی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے اور درحقیقت وہی ادب کا پہلا اور اصل مدرسہ ہے۔

ان کی دینی اور علمی تحریروں کی برتری، سحر انگیزی، قوت اور دلآویزی کا راز صرف اس حقیقت میں مضمر نہیں ہے کہ یہ سجع اور محاسن بدیع کی قیود سے پاک ہیں سلیس اور رواں ہیں، بلکہ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ ان تحریروں کا باعث و محرک عقیدہ اور جذبۂ دل ہے۔ یہ تحریریں ایک مسئلہ پر مکمل اطمینانِ قلب ہو جانے کے بعد پورے جوش اور لگن کے ساتھ لکھی گئی ہیں، ان کے برعکس جو تحریریں صرف مظاہرہ ادب کے لئے لکھی گئی ہیں، وہ کسی بادشاہ و وزیر یا دوست کی فرمائش پر لکھی گئی ہیں، یا اپنے ادبی ذوق کی تسکین یا معاشرہ کو کسی خواہش کی تکمیل یا حصول شہرت اور اپنی برتری و تفوق کا سکہ جمانے کی غرض سے لکھی گئی ہیں ظاہر ہے کہ یہ سارے محرکات سطحی ہیں، انکے

اندر یہ صلاحیت کہاں کہ کسی تحریر کے اندر قوت اور روح پیدا کر سکیں یا اس کو زندۂ جاوید بنا سکیں اس مصنوعی ادب اور دل و عقیدہ کی زبان سے نکلنے والی تحریروں کے درمیان وہی فرق ہے جو انسان اور اسکی تصویر کے درمیان ہوتا ہے ۔ یا کرائے پر رونے والی اور اس چوٹ کھائی ہوئی ماں کے درمیان ہوتا ہے جس کا اپنا بچہ موت کا شکار ہوگیا ہو، یہ پیشہ ور ادیب اپنی تحریروں میں ان بہروپیوں کے مشابہ نظر آتے ہیں جو کبھی بادشاہوں کا رول ادا کرتے ہیں جو شاہانہ جاہ و جلال کا نقشہ پیش کرتے ہیں اور کبھی فقیروں کا کردار ادا کرتے ہیں تو فقیروں کا لباس پہن لیتے ہیں۔ کبھی کسی قسمت کے دھنی کا پارٹ ادا کرتے ہیں اور کبھی اپنی قسمت کے مارے کا ۔ لیکن نہ تو سعادت و خوش بختی کا سایہ ان کو نصیب ہوتا ہے اور نہ فقر و فاقہ اور بدبختی کی آنچ اُن تک پہنچتی ہے ۔ وہ کبھی کسی غمزدہ کے غم کی کسک محسوس کئے بغیر اس کے غم میں شریک ہوتے ہیں اور کبھی کسی خوش نصیب کی مسرتوں کے احساس مسرت میں شرکت کے بغیر اس کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

میں ادب کی قدیم کتابوں کی جو رسائل و قصہ کہانیوں نیز دیگر اصناف پر مشتمل ہیں تحقیر نہیں کر رہا ہوں اور نہ ہی زبان و ادب اور ان کی فنی قدر و قیمت کو گھٹا رہا ہوں ۔ میرا خیال یہ ہے ، کہ ادب اور زبان کے مختلف مراحل میں یہ ایک فطری مرحلہ ہے ۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ میرا خیال یہ ہے کہ ادب صرف یہی نہیں ہے اور نہ یہ ہمارے ادب عالی کی صحیح نمائندگی کرتا ہے جو دنیا کا بہت وسیع اور بڑا دلآویز ادب ہے ۔ بلکہ اُن کتابوں نے تحریر و نگارش کی فطری صلاحیتوں اور ذہنی قوتوں کو بڑا نقصان پہنچایا ہے ۔ اُن کی وجہ سے عربی زبان کی صلاحیت پر حرف آیا ہے ۔ اُس نے فکر و ذہن کے اندر وسعت پیدا ہونے اور حقیقت و خیال کی دنیا میں پرواز کرنے سے باز رکھا ۔ اس عظیم قوم کی جو بے مثل زبان و ادب عالی کی حامل ہے ، اُس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن گئی ۔ لہٰذا ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم ادب اور ادبا کی صف میں اسے وہی مقام دیں جس کا وہ مستحق ہے ۔ اور اس پر وہ توجہ صرف کریں جو اس کا حق ہے ۔ اور از سر نو عربی ذخیرہ کتب کو کھنگھالیں اور اپنے نونہالوں اور نئی نسل کے سامنے قدیم کتابوں سے ادب کے نئے نمونے پیش کریں تاکہ وہ اس زبان کی چاشنی اور حلاوت سے لطف اٹھائے ، اسکی نشو و نما اس طرح ہو کہ وہ صحیح اور بلیغ اسلوب میں مافی الضمیر کی ادائیگی پر قادر ہو ، ساتھ ہی ساتھ اس وسیع کتب خانہ سے آگاہ ہو اور اس سے استفادہ کر سکے ۔

روز اوّل سے ہی ندوۃ العلماء کے پیش نظر یہ کام رہا ہے اور اس نے اس کا خاص اہتمام

کیا، اس کے ثبوت میں ندوۃ العلماء کے کارکنوں اور فضلاء کی تحریری کاوشیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جو ادب، تنقید، تاریخ ادب اور نصوص کے شرح و بیان کے سلسلے میں ہیں۔ اس طرح اس کے ذریعہ ایک خاص مکتب فکر وجود میں آیا ہے، اس مکتب فکر کے اثرات و نتائج گذشتہ اسی برسوں میں خاص طور پر اردو زبان میں ظاہر ہوئے ہیں، جو برِ صغیر کے مسلمانوں کی زبان ہے۔ علاوہ ازیں ندوہ کے ادباء جو عربی سے اشتغال رکھتے ہیں اور اس میں تصنیف و تالیف کا کام کرتے ہیں۔ ان کی کتابوں اور تحریروں میں بھی اسکی چھاپ نمایاں طور سے نظر آئے گی۔

ہم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ادبی تصورات کا جائزہ لینے اور اس پر غور و فکر کرنے کے لئے ایک علمی مذاکرہ منعقد کرنے کی توفیق دے رہا ہے۔ جس میں ہم ادب عربی کے ان تمام پہلوؤں کا جائزہ لیں گے جو ادب کے اسلامی مفہوم سے ہم آہنگ ہیں۔ نیز دوسری اسلامی و نیم اسلامی زبانوں و ادبوں پر عربی ادب و اسلوب کا جو اثر پڑا یا تعلق قائم ہوا وہ بھی مذاکرہ کا موضوع ہوگا۔

ہم آپ سے توقع کرتے ہیں کہ آپ اس مقصد کے حصول میں ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔ اور مذاکرہ میں شرکت فرمائیں گے۔ آنے والے حضرات قیام و طعام کی حد تک دار العلوم کے مہمان ہوں گے۔ والسلام۔

ابو الحسن علی حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ (یو۔پی)

مذاکرۂ علمی کے رہنما عناوین

۱۔ مذہبی کتابوں کا مطالعہ ادبی نقطۂ نگاہ سے۔

(الف) ادب اور قرآن مجید (ب) ادب اور حدیث نبویؐ

(ج) صحابہ کرامؓ کے کلام میں ادبی نمونے (د) دعوتی ادب (ہ) اصلاحی ادب

۲۔ قدیم مواعظ و دینی خطبوں میں ادب کا عنصر۔

(الف) تربیت اسلامی میں مواعظ کا حصہ (ب) حضرت حسن بصریؒ کے مواعظ

(ج) ابن الجوزی کی تقریریں۔ (د) ادبی شہ پارے حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ تک۔

۳۔ اسلامی رجحانات اور نثر کے مختلف ادبی اقسام۔
(الف) تاریخ۔ سوانح۔ روزنامچے (ب) مقالات، رسائل و مکاتیب
(ج) صحافت اور ریڈیو (د) افسانہ اور ڈرامہ (ہ) طنز و مزاح

۴۔ شاعری میں اسلامی رجحانات۔
(الف) عہدِ نبویؐ میں اسلامی شاعری۔ (ب) بعد کی صدیوں میں اسلامی شاعری
(ج) مولانا رومؒ، شیخ سعدیؒ، ڈاکٹر محمد اقبالؒ، محمد عاکف، دیگر شعراء

۵۔ عربی نعت گوئی۔
(الف) عہدِ نبویؐ میں (ب) بعد کی صدیوں
(ج) مشہور نعت گو شعراء، حسان بن ثابتؓ، بوصیری وغیرہ۔

۶۔ ادب کی تعلیم اسلامی نقطۂ نظر سے۔
(الف) اسلامی نصاب تعلیم میں ادب کی اہمیت۔ (ب) ادبی نصوص کا انتخاب اسلامی نقطۂ نظر سے۔ (ج) تاریخ و نقد کے اسلامی اصول۔
(د) تاریخ ادب عربی کی نئی تدوین کی ضرورت

۷۔ مختلف زبانوں پر اسلام کا اثر
(الف) عربی زبان پر اسلام کا اثر (ب) برصغیر کی زبانوں پر اسلام کا اثر
(ج) فارسی زبان پر اسلام کا اثر (د) یورپین زبانوں پر اسلام کا اثر
(ہ) مشرقی اور دیگر علاقائی زبانوں پر اسلام کا اثر

۸۔ اسلامی ادب کے مراکز۔
(الف) دنیائے عرب میں (ب) عالم اسلام میں
(ج) غیر مسلم ممالک میں۔

نوٹ:۔ مذاکرۂ علمی سے متعلق جملہ خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر کی جائے۔

سکریٹری مذاکرۂ علمی
شعبۂ ادب عربی، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو
پی۔ او۔ بکس نمبر ۹۳

ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
خطبۂ جمعۃ المبارک ۱۹ اپریل ۱۹۷۵ء

التزام و اتباع شریعت

——— نجات و کامیابی کی بنیادی شرط

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) ولا تھنوا ولا **تحزنوا وانتم الاعلون ان** کنتم مؤمنین ۔

حضرات! پچھلے جمعہ یہ آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھی۔ غرض یہ کرنا تھا کہ قرآن و حدیث کی بناء پر مسلمانوں کی دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی بغیر اطاعت خداوندی اور بغیر نظام خداوندی کے ناممکن ہے مسلمان جتنی بھی تدابیر اختیار کرلیں کامیابی نہیں حاصل کرسکتے مسلمان جو وعدہ کر چکے ہیں خدا کے ساتھ کہ ہم مسلمان ہیں لاالہ الااللہ کہہ کر وعدہ کرلیا ہے کہ اللہ کا ہر حکم جو حضورؐ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بھیجا وہ بلاچون وچرا بغیر اس کے کہ اس حکم میں ہمارے لئے کیا خیر و بھلائی ہے۔؟ کیا نقصان ہے۔؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ بلاچون وچرا ماننا اس کلمے کا مطلب ہے۔ کلمہ اور ایمان کا مطلب اللہ اور رسول اللہ کی پیروی ہے۔ کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی ہیں۔ ان کی ہر بات خدا کی طرف سے ہے۔ اور میں ان کے ہر حکم کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کا ہر حکم بغیر چون وچرا مانوں گا۔ اگر ان کے احکام کو ہم نہ مانیں اور اس کا انتظام والتزام ہم نہ کریں اور اللہ ورسول کے حکم ماننے کے لئے آمادہ نہ ہوں تو ہرگز یہ ایمان نہ ہوگا۔

صرف محبت صرف خدمت صرف زبان سے اعتراف کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے پیغمبر ہیں۔ افضل الانبیاء ہیں۔ افضل البشر والمخلوقات ہیں۔ وہ سچے تھے اور نبی آخرالزمان تھے۔ صرف اتنا کچھ کہنے سے ہم مسلمان کہلانے کے سزاوار نہیں ہوسکتے۔ اتنا کچھ تو ابوطالب بھی مانتا تھا اور جتنی محبت تھی اور جتنی خدمت ابوطالب نے کی جتنی مشقتیں انہوں نے آپؐ کی وجہ سے جھیلیں اور کسی نے نہ کی ہوں گی۔ ابتداء سے آخر تک خدمت بھی کی محبت بھی کی مگر یہ نہ کہا کہ آپ رسول اللہؐ ہیں اور آپ کے ہر حکم کو مانوں گا۔ نہ زبان سے یہ اقرار کیا نہ دل سے تو اس کی خدمت و محبت نجات کا باعث نہ بن سکی۔ اور ہرقل کا واقعہ معلوم ہے، بخاری شریف میں بھی منقول ہے۔ ہرقل بہت بڑے بادشاہ تھے اور بڑے عالم بھی اس نے بھی ابوسفیان کے سامنے اعتراف کیا کہ یہ تو وہی نبی ہیں جس کے ظہور کا مجھے یقین تھا۔ مگر یہ خیال نہ تھا کہ وہ آپ لوگوں میں ظہور فرمائیں گے اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور

کاش ! میں ان کی خدمت میں قدمبوسی کرنے مدینہ منورہ حاضر ہوسکتا تو میں تکلیف اٹھا کر بھی حاضر ہوجاتا اور وہاں جاکر آپؐ کے پاؤں دھولیتا۔ ادب و احترام کرلیتا۔ یہ سب کچھ ہرقل نے کہا ادب و احترام کیا مگر پھر بھی ہرقل کافر رہا۔ زبان سے سب کچھ کہہ دیا کہ یہ نبی تو کتب سابقہ کی بشارات کا مصداق ہے۔ سب باتوں کے باوجود کہا کہ لولا ذالک لا تبعتہ۔ ان سب باتوں کے اعتراف کے بعد بھی راہبوں سے ڈرتا ہوں کہ یہ حکومت سے معزول کردیں گے اور مار ڈالیں گے۔ مجھ سے تخت و سلطنت چھین لیں گے۔ تو اس نے لولا ذالک لصدقتہٗ نہیں کہا بلکہ لولا ذالک لاتبعتہٗ کہا۔ تصدیق تو ابوسفیان کے سامنے پہلے سے کردی کہ ان کے سارے خصائل وحالات تو نبی آخرالزمانؐ کے اخلاق ہیں۔ دوسرے کے نہیں ہیں۔ تو تصدیق تو کرلی مگر اتباع سے انکار کیا۔ تصدیق علم تو تھا مگر حکم ماننے کا التزام نہیں کیا ڈر اور لالچ کی وجہ سے۔

تو معلوم ہوگیا کہ ایمان اتباع سے عبارت ہے نفس علم اس بات کا کہ آپ برحق نبی ہیں۔ اس سے بات نہیں بنے گی۔ بلکہ جب تک حکم ماننے پہ ایمان نہ لائے کہ میں بغیر چوں وچرا مانوں گا۔ میرا اللہ اور رسول پر ایمان ہے۔ اور حضورؐ نے شریعت کی جس بات کی رسّی میرے گلے میں ڈال دی اس رسّی سے کھینچ کر شریعت مجھے جس گڑھے میں ڈالے گی جس سمندر جس کنوئیں میں ڈالے گی، مجھے کوئی پس وپیش نہ ہوگی۔ بلکہ سرتسلیم خم کروں گا۔

اب خود اندازہ لگائیں کہ یہ کیفیت اور یہ چیز اگر ہم میں نہیں ہے تو اسے اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے۔ تو خدا سے وعدہ کر تو تنہائی میں کہ اے رب تیرا ہر حکم بے چوں وچرا مانوں گا۔ پیغمبر کا ہر حکم بھی خوشی سے مانوں گا۔ اور یہ بھی ایک ضروری شرط ہے۔ کہ حکم ماننے تو دل سے ماننے۔ دل میں تنگی اور بوجھ محسوس نہ ہو۔

ارشاد ربانی ہے : فلا وربّك لا يؤمنون حتّى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجًا مما قضيت ويُسَلّموا تسليما۔ اللہ تعالیٰ قسم کھاتے ہیں کہ اے رسول آپ کے پالنے والی ذات کی قسم کہ یہ لوگ۔ لا یومنون۔ جب تک کہ ان کے درمیان واقع ہونے والے نزاعی مسائل اور جھگڑوں میں اپنے مقدمات میں تجھے فیصل اور حاکم نہ مقرر کرلیں تیرے حکم کو جو شریعت ہے کے سامنے زانو تہ نہ کردیں سرتسلیم خم نہ کردیں حتیٰ یحکموك جب تک تجھے حاکم نہ مان لیں اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتے۔

آج حضورؐ کی شریعت کو آپؐ کی جگہ حاکم بنانا ہوگا۔ شریعت نے مقدمہ میں ایک کو جتوایا اور دوسرا ہارا تو ایک تو لازماً ظالم ہوگا جس کے خلاف شریعت نے فیصلہ کیا کہ بھئی یہ زمین اور یہ فلاں حق تو نہیں لے سکتا۔ تم شریعت کی رو سے وارث نہیں ہو، بے جا قابض ہوگئے ہو۔ اب جب شریعت نے فیصلہ دے دیا تو تمہیں کھلے دل سے اور خوشی سے اس فیصلہ کو تسلیم کرنا ہوگا۔ مگر یہ تو اسی جگہ شریعت کو گالیاں دینے لگتے ہیں کہ یہ کیسی شریعت ہے۔؟ یہ عجیب انصاف ہے۔ کیا یہ شریعت کا حکم ہے۔؟ مولوی صاحب اس شریعت سے تو رواج اچھا تھا۔ اس سے تو فرنگیوں کا قانون اور تعزیرات ہند اچھے تھے (العیاذ باللہ) تو جو منہ پہ آتے بکتا پھرتا ہے۔ حالانکہ اسلام تو

یہ ہے کہ جب خدا کا فیصلہ معلوم ہوا تو خوشی سے اس کے سامنے منقاد ہو جاؤ۔ ثم لا یجدوا فی انفسھم۔ الآیۃ کہ دل میں بھی تنگی نہ آئے۔ طبیعت بھی خفا نہیں بلکہ ہشاش بشاش ہے کہ یہی شارع کا حکم ہے اور الحمدللہ کہ میں نے اس پر عمل کیا۔ اور یہ ایسا ہو جیسا کہ ایک نیک مسلمان ہے۔ نمازی ہے تو نماز پڑھے تو دل خوش ہو جاتا ہے۔ روزہ دار سخت گرمی میں روزہ رکھ کر خوشی خوشی اور باغ باغ ہو جاتا ہے۔ حج میں سات آٹھ ہزار لگا کر واپس آجائے تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ کہ یا اللہ شکر ہے کہ تیری عبادت کی توفیق ملی۔ ع شادم از زندگی خویش کہ کارے کردیم

اسی طرح جب شریعت کا فیصلہ تیرے خلاف ہوا تو دل سے خوش ہوئے کہ یا اللہ شکر ہے کہ بے انصافی سے زیادتی سے ظلم سے تو نے بچا دیا۔ دوزخ سے بچا دیا۔ دل سے خوش ہے نہ کہ مسلمان ہوتے ہوتے منہ سے بکواس کرتا پھرے۔ کبھی مولوی پر رشوت کا الزام ہے، کبھی یہ کہ اس نے پر اجنبیہ (جتھہ بندی پارٹی بازی کی رعایت) سے کام لیا ہوگا۔ تو کوئی شریعت پر ہاتھ صاف کرتا ہے۔ کوئی بیچارے مولوی پر کہ یہ اس زمانہ کی باتیں نہیں یہ کیا دقیانوسی باتیں ہیں۔ آج بھی شریعت کی بات اپنے اس ملک میں بیان کرو تو بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ دقیانوسی باتیں ہیں، پرانے زمانے کی باتیں ہیں۔ شریعت کی یہ باتیں عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتیں، معاذ اللہ، تو ہنستے ہیں، اور ساتھ ہی پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، اسلام کے ٹھیکیدار بھی بن جاتے ہیں۔ دیکھو خدا کے حکم کو بہت خوشی سے مان لینا ہی اسلام ہے تسلیم ظاہری بھی کر لو گردن نہادہ بن جاؤ کہ بہت بہتر اے حقدار آکر اپنا حق اپنی زمین اپنا گھر واپس لے لو میں شریعت کو تسلیم کرتا ہوں یہ نہ ہو کہ شریعت کا فیصلہ سن کر پھر بھی دیوانی مقدمہ لڑتے پھرو اور دوسری عدالتوں کی طرف بھاگنے لگو اور اس کے خلاف وکیل لڑاتے رہو تو یہ تو اسلام اور تسلیم نہ ہوا۔

اور آج کل کہتے ہیں کہ مسلمان فلاح و نجاح کیوں نہیں پاتے تو اتنا یاد رکھو کہ اپنا ایمان تازہ کرتے رہو دن کو یا رات کو تنہائی میں خدا کے ساتھ چپکے چپکے باتیں کرو۔ اور کہا کرو کہ اے خدا تو میرا مالک ہے میرا تجھ پر ایمان ہے۔ اے خدا تو نے نبیؐ بھیجا ہے۔ اے خدا تو نے اپنی وحی بھیجی ہے جس میں میری ہی بھلائی ہے۔ اے خدا یہ سب میں مانتا ہوں۔ اے خدا بے چون و چرا مانوں گا، خواہ مخواہ مانوں گا۔ التزام کر لو کہ کبھی اس کی مخالفت نہیں کروں گا، اگر سمندر میں بھی کودنا پڑے تو انکار نہیں کروں گا۔

بدر کے موقعہ پر حضرت قتادہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں یہی عرض کیا تھا کہ حضورؐ آپ تو کافروں سے جہاد کا کہتے ہیں ہم آپ پر ایمان لائے تو آپ کا ہر حکم بے چون و چرا مانیں گے۔ اگر آپ سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو کونسا مسلمان ہوگا جو نہیں کود ے گا۔ اگر برک الغماد تک (یعنی یمن میں دور کی ایک جگہ) تک جانے کا حکم دیں گے تو ہم تیار ہوں گے۔ تو کامیابی اس وقت تک ہرگز نہیں ہو سکتی۔ جب تک مسلمان کا تعلق خدا سے نہ ہو جب تک خدا پر بھروسہ نہ ہو جبتک

خدا کا حکم ماننے کے لئے تیار نہ ہو تو کامیابی ناممکن ہے۔ اگر دل میں یہ گرہ باندھ لو کہ خداوند تعالیٰ اور اس کے ہر حکم کی تعمیل بلا کسی جھجک و تردد کے کرتا رہوں گا۔ پھر اگر آپ سے بہ مقتضائے بشریت کوئی غلطی ہو بھی گئی فوراً نادم ہو گئے کہ خطا ہو گئی۔ یا اللہ مجھے معاف کر دے دل میں وہی عقدہ اور عقیدہ ہے کہ تابعدار رہوں گا عمل میں کوتاہی پہ ندامت ہوئی مگر التزام طاعت میں فرق نہ لائے کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم ضرور مانوں گا، خوشی سے اسکی پابندی کروں گا۔ غلطی ہو گئی تو پھر توبہ کی۔ اور کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین۔ اے اللہ ہم نے اپنے نفس پہ ظلم کئے اگر تم نے ہمیں نہ بخشا تو ضرور ہم خسارے میں پڑ جائیں گے۔

— تو عمل کی کوتاہی سے خلاصی کا ذریعہ استغفار ہے۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ آج مسلمان کا نہ عمل رہا اور نہ عقیدہ، مسلمانوں میں ایک ظالم بادشاہ گذرا ہے۔ حجاج بن یوسف ثقفی غالباً حسن بصری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ہر چیز میں مصیبت دی کہ اس امت کے علماء کا بھی نظیر دیگر امتوں میں نہیں۔ اس کے اولیاء کی بھی دیگر امتوں میں مثال نہیں اس امت کے صحابہ کرام دیگر امم کے صحابہؓ سے بڑھ کر ہیں۔ سب فضائل کی پچھلی امتوں میں نظیر نہیں، جو بھی خوبی اور کمال ہے بے نظیر ہے۔

تو حجاج بن یوسف کا جو ظلم ہے اسکی بھی نظیر نہیں کسی نے کہا کہ قیامت کے دن حجاج کا ظلم ترازو کے ایک پلڑے میں ہوگا۔ اور دیگر سارے ظالموں کا دوسرے پلڑے میں۔ تو اس کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ تو اس امت کا ظالم بھی بے نظیر ہے۔ بڑے سخت گیر شخص تھے بہت زیادتیاں کیں، مگر عقیدہ درست تھا۔ قرآن مجید کے زیر و زبر اعراب کی خدمت حجاج نے کی عراق میں حاکم تھا فارس و ہند اور سندھ میں اسلام پھیل رہا تھا۔ غیر عربی اعراب کے بغیر نہیں پڑھ سکتے تھے تو ان کی خاطر یہ بڑی خدمت کی۔ کہ قرآن کے اعراب شد مد رکوع وغیرہ کو پھیلا دیا بہت بڑا ظالم مگر نماز روزے کا پابند روزانہ تلاوت کرتا قرآن کریم کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش کی، اور جب سنا کہ کراچی کے پاس چند مسلمان مرد اور عورتوں کی کشتی کو راجہ داہر نے لوٹ لیا ہے اور چار مسلمان گرفتار ہوئے۔ حجاج لرز اٹھا۔

— اور اب تو دو چار لاکھ مسلمان بھی قتل ہو جائیں، کافروں کے ہاتھوں تہ تیغ ہو جائیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے، پرواہ ہی نہیں کہ کیا ہوا۔ حیرانی ہوتی ہے کہ ان لوگوں میں اسلام کی آخر کونسی نشانی باقی رہ گئی ہے۔ اگر کوئی خوبی ہو تو ہم کہہ دیں کہ اسلام کی فلاں بات تو ہے

— حجاج کو اطلاع ہوئی، چونکہ عقیدہ درست تھا تو فوراً اپنے داماد اور بھتیجے کو خطرات میں ڈال کر بھیج دیا کہ مسلمان قیدیوں کو رہا کر دو۔ آج تک برصغیر میں اسلام کی بادشاہت و حکومت ایسی ہی کوششوں کی برکت ہے وہ لوگ آئے سمندروں کو پار کیا، سندھ میں راجہ داہر ہاتھیوں کے ساتھ مقابلہ میں آیا۔ مسلمانوں کے پاس تھا کیا؟ انہوں نے حجاج کو بے سروسامانی کا حال بھی لکھ دیا کہ گھر گئے ہیں، کامیابی بڑی مشکل ہے۔ امداد کرو اور ہدایات دو۔

حجاج نے خط لکھوایا کہ اسے میرے بھتیجے اے جرنیل ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ دیکھو کبھی تم سے تمہارے فوجیوں سے پانچ وقتہ نماز میں سستی نہ ہو جائے۔ دوسری بات یہ کہ اللہ اکبر کہو، تکبیر خداوندی، تو خدا کے سامنے روتے رہو۔ الحمدللہ پڑھو تب بھی خدا کے سامنے روؤ رکوع میں سجدہ میں اس کے سامنے عاجزی کرو۔ بڑی عاجزی اور زاری سے پانچ وقت نمازیں پڑھی ہوں گی۔ تیسری بات یہ کہ اللہ کا ذکر بہت کیا کرو۔

اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔ لاالہ الااللہ۔ لاالہ الااللہ۔ لاالہ الااللہ۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ جو مجھے یاد کرتا ہے۔ میں اسے یاد کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی ایک چھوٹی سی جماعت میں مجھے یاد کرتا ہے۔ میں اس بندہ کو فرشتوں میں یاد کر لیتا ہوں۔ تم اللہ کا نام کسی ایک گھر میں ایک مجلس میں لے لو، اللہ تعالیٰ عرش کے فرشتوں کے سامنے آپ کا نام لے کر کہتا ہے کہ میرے بندہ نے میرا نام لیا ہے۔ ـــ تو جتنی بھی زبان اللہ کے نام سے تر رہے تو فلاح ہی فلاح ہے۔ جب کوئی ضروری بات نہ ہو تو اللہ اللہ زبان پر جاری رہے۔

تو حجاج کا سبق ایک پیر کا سبق نہیں، ایک مولوی کا سبق نہیں زبردست قاتل اور ڈنڈے مار ہے۔ حاکم ہے۔ مگر عقیدہ مضبوط ہے، سخت مرحلہ آیا تو دشمن پر فتح اور دنیا کے فتح کے خیال سے سہی مگر فتح کا ذریعہ اللہ کی رضا سمجھتا ہے کہ: ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ کہ ایمان ہی فتح واطمینان وکامیابی کا ذریعہ ہے۔

حجاج نے یہی لکھا کہ نماز کی باقاعدگی اللہ کے سامنے زاری والحاح، سجدہ تکبیر و قرائت میں رونا ہی کامیابی کی ضمانت ہے اور اللہ تعالیٰ اور عاجزی سے بہت خوش ہوتا ہے۔ اس سے نہ مانگو تو خفا ہوتا ہے۔ اور انسان سے مانگو تو خفا ہوتا ہے۔ انسان سے قطعاً سوال مت کرو کہ بابا پانچ روپے دیدو روٹی کپڑا دیدو ایسا ہرگز مت کرو بلکہ اللہ سے مانگو اگر جوتے کا ایک تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اس سے مانگ لو۔ یا اللہ سر میں درد ہے یا اللہ مجھے بھوک لگی ہے۔ یا اللہ میں بیمار ہوں مجھے شفا دیدے۔ الغرض جتنی بھی تضرع کرو گے اللہ تعالیٰ اتنا ہی خوش ہوگا دعا سے اللہ کو بڑی مسرت ہوتی ہے۔

الدعاء مخ العبادۃ۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔ دعا تو وہی کرے گا جس کا عقیدہ ہو کہ خدا ہی دینے والا ہے۔ سب کچھ اس کے ہاتھ میں ہے کسی اور کے ہاتھ میں بالکل نہیں، اس لئے تو مانگے گا اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ میرا ہاتھ پاؤں میری کاریگری اور ہنر مجھے روٹی دیتا ہے تو پھر وہ دعا بھی نہیں کرتا اس کی نظر اسباب پر محدود ہو جاتی ہے۔ تو حجاج کا یہی مطلب تھا کہ اللہ کے سامنے منقاد ہو جاؤ پھر کہا کہ شوکت وقوت دبدبہ اور فتح خدا کی مہربانی کے بغیر ہرگز نہیں مل سکتے۔ خدا راضی نہ ہو اور سارا امریکہ پشت پر ہو، سارا چین بھی آجائے پھر بھی کچھ نہیں حاصل ہوگا، ایک ویٹ نام کو نہیں قابو کر سکے گا مسلمان نہ دولت سے نہ شوکت سے عزت حاصل کر سکتے ہیں نہ چین سے نہ روس سے

نہ دکان اور فیکٹریوں سے عزت مل سکتی ہے۔ کہاں کہاں اور کن کن دروازوں پر جبہ سائی کروگے۔ خدا کے پاس کیوں نہیں آجاتے، خدا کا حکم کیوں نہیں مان لیتے کہ شوکت و عزت اللہ کی رضا و خوشنودی اور مہربانی پر منحصر ہے اور وہ طاعت گذاری پر ہوتی ہے۔

امام احمد نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ جو بھی میری اطاعت کریگا میں اس سے راضی ہوجاتا ہوں اور جس سے میں راضی ہوجاؤں اس پر اپنی برکتیں نازل کردیتا ہوں۔ اور میری برکتوں کا حد و حساب نہیں اور جو میری نافرمانی کرے میں اس سے ناراض ہوجاتا ہوں۔ اس پر مجھے غصہ آجاتا ہے۔ اور جس پر غصہ آجائے اس پر لعنت نازل کردیتا ہوں۔ اور کبھی تو اس لعنت کا اثر سات سات پشتوں تک رہتا ہے۔ کہ اس کے بیٹے اور نواسے بھی ٹکریں مارتے پھرتے ہیں اور فرمانبرداروں کی برکت سات سات پشتوں اور نسلوں تک باقی رہتی ہے۔ پوتے پڑپوتے بھی مزے میں ہوتے ہیں۔ محمد بن قاسم نے حجاج کی نصیحت پر عمل کی ہدایات پر چلا تو ملتان تک فتح کا جھنڈا لہراتا چلا گیا۔ نہ ہاتھی تھے نہ داہر جیسا ساز و سامان مگر خدا نے مدد کی۔ حدیث میں آتا ہے کہ میں راضی ہوتا ہوں بندوں پر تو کاشت کے وقت رات کو بارش برساتا ہوں کہ دن کو کام میں بھی حرج نہ ہو فصل بھی اُگ سکے اور جب ناراض ہوتا ہوں تو فصل کاٹتے وقت بارش برساتا ہوں کہ تیار فصل بھی ضائع ہوجائے۔

—— تو مسلمان اپنی حالت پر اگر آج غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ خدا کے قہر و غضب کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اس کا علاج بھی ہے۔ لا الٰہ الّا انت سبحانک انی کنتُ من الظالمین —— ربّنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکوننّ من الخٰسرین۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں زلزلہ آیا جیسا کہ سوات میں پچھلے دنوں آیا تو اس نے تمام ضلعوں تحصیلوں تھانوں حاکموں کو حکم بھیج دیا کہ یہ زلزلے خدا کے قہر و غضب کی نشانی ہیں۔ آپ سب فلاں وقت باہر نکلیں خدا کے سامنے روئیں گڑگڑائیں توبہ کریں۔ آدم علیہ السلام کی دُعا۔ ربّنا ظلمنا۔ الآیۃ۔ اور حضرت یونسؑ کی تسبیح لا الٰہ انت۔ کا عاجزی سے ورد کریں کہ خدا اس ملک کو عذاب سے بچاوے۔ تو آج ہم بھی ایسے دور میں ہیں کہ عذاب خداوندی میں گر گئے ہیں۔ تو علاج اب بھی یہی ہے کہ جتنی زاری و دعا ہو سکے استغفار ہوسکے، کریں۔ تو خداوند تعالیٰ ان شاء اللہ ہم پر رحمت فرما دے گا۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

الوعی الاسلامی کویت (عربی مجلہ)
تلخیص از جناب ضیاء الدین اصلاحی

افریقہ میں اشتراکیت کا خطرہ

اس وقت براعظم افریقہ پر قابض ہونے کے لئے مختلف عالمی قوتوں کے درمیان کشمکش برپا ہے۔ ایک طرف اشتراکی تحریک یہاں اپنا اثر و نفوذ بڑھا رہی ہیں۔ دوسری طرف مغربی استعماری طاقتیں اسے ہڑپ کرنے کی فکر میں ہیں۔ تیسری طرف صیہونیت ہیں استعمار پسندوں کی مدد سے اس براعظم کے ملکوں میں دخل انداز ہونا چاہتی ہے۔

ان عالمی قوتوں کے وسائل و ذرائع جدا جدا ہیں۔ لیکن اسلام دشمنی میں سب متحد ہیں۔ اور یہ سمجھتی ہیں کہ اسلام ہی ایک ایسی طاقت ہے جو ان کے سیاسی۔ اجتماعی اور اقتصادی نظام کو پاش پاش کر سکتا ہے۔

اسلام دشمنی سے قطع نظر کمیونزم کی افریقہ پر حریصانہ نظر اس لئے بھی ہے کہ یہ دنیا کے مالدار براعظموں میں ہے اس کا رقبہ کل کرۂ ارضی کے رقبہ کا ۱/۵ ہے جب کہ اس کے باشندے پوری دنیا کے باشندوں کے مقابلہ میں صرف آٹھ فیصدی ہیں۔ ہر چیز کی عالمی پیداوار میں اس کا بڑا حصہ ہے۔ دنیا کا ۹۸ فیصدی ہیرا۔ ۵۵ فیصدی سونا اور ۲۵ فیصدی تانبا یہاں ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ دوسری معدنی اور کیمیاوی اشیاء کی بھی بہتات ہے جنگلوں سے لکڑیاں اور چراگاہوں سے گھاس وافر مقدار میں ہوتی ہے۔ سمندر سے حاصل ہونے والی دولت اور غذائی اشیاء الگ ہیں۔ ناریل کے تیل کے علاوہ لیبیا۔ الجزائر۔ نائجیریا اور زمبیا وغیرہ میں پٹرول کے چشمے ہیں۔

افریقہ رقبہ کے لحاظ سے ایشیا کے بعد دوسرا بڑا براعظم ہے۔ اور ۱۹۷۶ء کی مردم شماری کے مطابق اس کے باشندوں کی تعداد ۴۰۰ ملین ہے۔ ملکوں کی کثرت کی وجہ سے اقوام متحدہ میں سیاسی نمائندگی کے اعتبار سے بھی اس کا بڑا وزن ہے اور جغرافیائی حیثیت سے بھی اس کی اہمیت ہے اس بنا پر اس کے لئے اشتراکی اور مغربی سبھی قوتوں کے درمیان کشمکش کا ہونا تعجب خیز نہیں۔

اشتراکی قوتیں افریقہ پر غالب آنے کے لئے اسلام سے اس لئے برسر پیکار ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ اس کی تعلیمات کے اندر اشتراکیت کے الحادی نظریات کے مقابلہ کی پوری صلاحیت و قوت موجود ہے۔ اسی لئے وہ مسلمانوں کو اپنے ان باطل افکار و نظریات کی طرف مائل کرنا چاہتی ہیں جن کا سرچشمہ روحانیت کے بجائے مادیت و الحاد ہے۔ کمیونسٹوں کا

اصلی منصوبہ یہ ہے کہ وسط ایشیا کی طرح یہاں سے بھی اسلام کا اثر و نشان مٹا کر اسے سرخ اشتراکی پرچم کے نیچے کر دیں تاکہ مارکس، لینن اور بلگانن کا مادی اشتراکی نظریہ یہاں کے مسلمانوں کا عقیدہ اور دستور حکومت بن جائے۔ کیونکہ یہ اسلامی براعظم سمجھا جاتا ہے۔ ۱۹۷۰ء کی مردم شماری کے مطابق ۳۰۰ ملیون میں ۲۵۰ ملیون مسلمان ہیں۔

روس، چین اور ان کی حاشیہ بردار حکومتیں افریقہ میں اپنا تسلط و اقتدار قائم کرنے کے لئے پوری تیاری اور قوت کے ساتھ میدان میں آگئی ہیں۔ اسی غرض سے انہوں نے یہاں کی آزادی پسند اور استعمار دشمن وطنی تحریکوں کی طرف رخ کیا ہے۔ حالاں کہ ان تحریکوں کو اگر قدیم استعمار سے چھٹکارا مل بھی جائے تو وہ اشتراکیت کی صورت میں ان سے بھی زیادہ خطرناک استعمار کا شکار ہو جائیں گی۔ جس کے فوجی و سیاسی تسلط کی سخت گرفت قبائل اور حکومتوں کو بالکل ہی بے بس اور مجبور بنا دیتی ہے۔

اس زمانہ میں دنیا کی سب سے خطرناک قوت اشتراکیت ہے۔ یہ دنیا کی تمام حکومتوں کو اپنے قبضہ میں کر کے ماسکو کے سامنے سرنگوں کرنا چاہتی ہے اور ماسکو کو ان کا پایہ تخت بنانا چاہتی ہے۔ اس وقت افریقہ اس کا خاص نشانہ ہے۔ اس سے پہلے وہ مشرقی ایشیا میں ویت نام اور کمبوڈیا کو اپنا شکار بنا چکی ہے۔

اشتراکی قوتوں نے عرب و اسرائیل کشمکش سے فائدہ اٹھا کر مصر جیسے اسلام کے مضبوط و محفوظ قلعہ میں دخل اندازی کرنا چاہی تھی لیکن یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔ مگر اس کے بعد بھی اس نے ہار نہیں مانی۔ اور اب وہ مشرقی افریقہ کی ایک حکومت میں اپنا قدم جمانا چاہتی ہے۔ اس علاقہ پر عالمی اشتراکی تحریک کی نظر اس لئے مرکوز ہو گئی ہے کہ یہ عالم اسلام کے قلب یعنی دنیائے عرب سے بہت قریب ہے۔ یہاں اشتراکی انقلاب کے اثرات ظاہر ہو چکے ہیں۔ ایتھوپیا میں اس کے موافق نظام حکومت قائم ہو چکا ہے۔ صومالیہ اور تنزانیہ میں بھی اس کی لہریں چل رہی ہیں۔ اور بحر احمر کے جنوبی مدخل میں اس کی فوجی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ سوڈان کو اشتراکیت کے اثر و نفوذ میں لانے کا منصوبہ بنایا جا چکا تھا۔ مگر وہاں کی کمیونسٹ پارٹی ٹوٹ پھوٹ گئی حالاں کہ اسے مشرقی افریقہ کی سب سے طاقتور کمیونسٹ پارٹی سمجھا جاتا تھا۔ موزمبیق پر اشتراکی اقتدار قائم ہو چکا ہے۔

مغربی افریقہ میں بھی اشتراکیت کا عمل دخل شروع ہو چکا ہے۔ انگولا میں بائیں بازو کی کمیونسٹ پارٹیاں اپنا نظام حکومت قائم کرنے کے لئے وہاں کی آزادی پسند اپنی حلیف پارٹی کی مدد کر رہی ہیں۔ وہ زائر کی حکومت کو بھی امداد دے کر وہاں کمیونسٹ نظام حکومت قائم کرنے کے لئے مداخلت کر رہی ہیں۔ یہ افریقہ کی مالدار اور رقبہ کے لحاظ سے بھی ایک بڑی حکومت ہے۔

کمیونسٹ مختلف افریقی حکومتوں کے درمیان اختلاف اور کشمکش بھی پیدا کر رہے ہیں۔ اریٹیریا کے باغی انقلاب پسندوں سے جنگ کرنے کے لئے ایتھوپیا کی فوجی حکومت کو امداد پہنچا رہے ہیں۔ جنوب مغربی افریقہ

میں نامبیا کی آزادی کی تحریک میں روس مداخلت کر رہا ہے۔ چین، تنزانیہ اور اس کے قریب کی بعض افریقی حکومتوں میں اشتراکیت کی بنیادیں قائم کر رہا ہے۔ زمبیا۔ روڈیشیا اور جنوبی افریقہ کو بھی وہ مالی اور فوجی امداد دے رہا ہے جو مجاہدین کی صفوں میں داخل ہو کر تخریب کاری شروع کر دیں تاکہ جب یہ ممالک آزاد ہوں تو ان کی باگ ڈور اس کے قبضہ میں رہے۔

اشتراکی اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے افریقیوں میں استعمار کے خلاف نفرت واستعمال بھی پیدا کر رہے ہیں۔ کمیونسٹ تحریکیں افریقیوں کا انتخاب کر کے انہیں تربیت دینے کے لئے ماسکو بھیجتی ہیں تاکہ یہ اپنے ملکوں کی قیادت کریں اور آئندہ کمیونسٹ نظام حکومت قائم کرنے کے لئے مفید و معاون بنیں۔

روس اور چین کی طرح فرانس کے کمیونسٹ بھی اشتراکی افکار کی اشاعت کے لئے ان افریقی ملکوں میں پھیلے ہوتے ہیں۔ جن کی زبان فرانسیسی ہے۔ افریقہ کے مختلف شہروں میں اشتراکی پروپیگنڈہ کے ثقافتی مرکز قائم ہو گئے ہیں یہ کتابیں اور رسالے شائع کر کے تقسیم کرتے ہیں۔

افریقیوں کی غربت وجہالت، بغاوت پسندی، استعمار دشمنی اور قبائلی وطبقاتی نظام کی وجہ سے بھی ان کی سر زمین اشتراکیوں کے لئے ہموار ہو گئی ہے۔ اس لئے کمیونزم کے الحادی اثرات برابر جڑ پکڑتے جا رہے ہیں۔

افریقہ میں عیسائی قوت دم توڑ رہی ہے۔ کروڑوں ڈالر خرچ کرنے۔ بیشمار تعلیمی اور فلاحی ادارے قائم کرنے اور متعدد معاشی منصوبے بنانے کے بعد بھی جب ان کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا کہ افریقہ تمام تر عیسائی علاقہ بن سکے بلکہ اسلئے وہاں اسلام کی ترویج واشاعت ہو رہی ہے اور افریقی حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں یہاں تک کہ امراء، رؤسا اور وزراء بھی اسلام قبول کر کے مسیحیت چھوڑ رہے ہیں تو اس سے گھبرا کر عیسائیوں نے بھی افریقہ میں کھلم کھلا یا پوشیدہ طور پر عالمی اشتراکی تحریک کے لئے راہ ہموار کرنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن دنیا کے سامنے یہی ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ افریقہ میں اشتراکیت سے برسر پیکار ہیں۔

بالآخر تمام تحریکوں کی طرح اشتراکیت کا انجام بھی افریقہ میں بے اثر ثابت ہوگا۔ کیونکہ تمام افریقی قبائل کے نزدیک دین ہی سب سے قیمتی متاع ہے۔ کمیونسٹ اور دنیا کی اور دوسری تمام طاقتیں متحد ہو کر بھی نہ افریقہ کو اسلام سے منحرف کر سکتی ہیں اور نہ اسے اسلامی براعظم بننے سے روک سکتی ہیں۔ اس سے پہلے بھی اسلام کی راہ میں دشوار گذار گھاٹیاں حائل ہوتی رہی ہیں۔ مسلمانوں کو دین حق سے برگشتہ کرنے والے افکار و نظریات اٹھتے رہے ہیں اور نہایت زبردست قوتیں اسلام سے جنگ کرتی رہی ہیں لیکن ان سب کو شکست فاش ہوئی۔ گذشتہ دور کی طرح آج بھی ہم اسلام ہی کے ذریعہ فتح و نصرت حاصل کریں گے۔ اسلام کا نور دنیا سے کبھی مٹ نہیں سکتا۔ اس لئے افریقہ میں تمام اشتراکی سرگرمیوں کے بعد بھی اسلام باقی رہے گا۔ اور اس کے ماننے والوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہوگا۔ اور

اشتراکیت کو یہاں سے ناکام ہو کر الٹے پاؤں لوٹ جانا پڑے گا۔

البتہ افریقہ میں اشتراکیت کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے پیش نظر یہاں اسلامی دعوت و تبلیغ کے نظام کو بہت مستحکم اور منظم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اسلام کے دشمنوں کے ارادے خاک میں مل جائیں۔ نوجوانوں پر خاص طور سے دھیان دینا چاہئے۔ یہی مستقبل کا سرمایہ اور اثاثہ ہیں۔ مگر یہی آسانی سے اشتراکی جال میں گرفتار بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اشتراکیت ہمیشہ نوجوانوں ہی میں پھلتی اور پھولتی ہے۔

منظم اسلامی دعوت و تبلیغ ہی کے ذریعہ اشتراکیت کی ذلت و خواری کا سامان مہیا کیا جا سکتا ہے جو افریقیوں پر اپنا تسلط جما کر ان کو اسی طرح غلام بنانا چاہتی ہے جس طرح اس سے پہلے سفید فام لوگوں نے ان کو غلام بنایا تھا۔

جب اشتراکیت وسیع اسلامی دنیا سے ایک ایسی اسلامی سلطنت کو کاٹ کر اپنے حیطۂ اقتدار میں کر سکتی ہے جو امت کے برگزیدہ افراد اور علماء و فضلا کا گہوارہ رہی ہے۔ اور جس کی خاک سے علم حدیث و تفسیر میں امام بخاریؒ اور ریاضیات میں خوارزمی اور بیرونی جیسے اصحاب کمال پیدا ہو چکے ہیں۔ اسی طرح جب وہ دنیا کی مختلف اسلامی آبادیوں کے ۴۰ ملیون سے زیادہ لوگوں کا رشتہ ان کے مسلمان بھائیوں سے کاٹ سکتی ہے۔ اور اشتراکی چین اپنی سرزمین کے ۲۰ ملیون سے زیادہ مسلمانوں کا تعلق ان کے مسلمان بھائیوں سے ختم کر سکتا ہے۔ اور جنوب مشرقی ایشیا میں اسلام سے جنگ کرنے کے لئے جد و جہد کر سکتا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں اسلامی سلطنتوں اور عرب حکومتوں کو افریقہ کی سرزمین پر ہونے والے واقعات کے مقابلہ میں چپ چاپ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہنا چاہئے اگر وہ خاموش رہے تو اشتراکیت مشرقی ایشیا اور مغربی افریقہ پر چھا جائے گی۔ اور دنیائے اسلام کے قلب یعنی عالم عربی کو بھی بقیہ اسلامی ملکوں سے الگ تھلگ کر دے گی۔

رابطہ عالم اسلامی (مکہ) ادارہ بحوث اسلامیہ (قاہرہ) ادارہ جامع ازہر، جمعیت دعوت اسلامی (لیبیا) ادارہ تحفظ قرآن (تیونس)، رابطہ علماء (مغرب) اور خود افریقی ملکوں کی وزارت اوقاف و ادارۂ امور اسلامی وغیرہ جو کچھ جد و جہد کر رہی ہیں ان سے نہ وہ کمیونزم کے چیلنج کو روک سکتی ہیں اور نہ ان جگہوں سے اس کو ختم کر سکتی ہیں جہاں وہ پھیل رہا ہے یہ ساری جد و جہد متحدہ طور پر ایک اسلامی مرکز کے ماتحت ہونی چاہئے۔ اور جن اداروں کا ذکر ہوا ان کی کوششیں انفرادی اور اپنے اپنے دائرہ میں ہو رہی ہیں کسی ایک کا دوسرے سے نہ معمولی واسطہ اور رابطہ ہے اور نہ کسی قسم کی ہم آہنگی اور نہ اشتراک ہے۔

اسلامی مکاتب اور عربی زبان کی تعلیم کے مدارس کھول دینے یا افریقی ملکوں کے کسی پایہ میں مسجد تعمیر کر دینے سے اس خطرہ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا جو افریقہ کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

مبلغین کو اسلام کا پیغام اور عربی ثقافت و تہذیب کو افریقہ کے گوشہ گوشہ میں پہنچانے کے لئے بڑے بڑے شہروں سے لے کر معمولی معمولی دیہاتوں جنگلوں اور جھاڑیوں میں پہنچنے کی ضرورت ہے۔ تمام اسلامی اور عربی حکومتوں، مسلم جماعتوں اور افراد کو اس وقت افریقہ کے مسئلہ پر توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اشتراکی خطرہ سے باہر آسکے۔

جن حکومتوں کو اللہ نے پٹرول کی دولت سے نوازا ہے ان کو اپنی سالانہ آمدنی کا ایک معتدبہ حصہ افریقہ میں دعوتِ اسلامی کے مقدس کام کے لئے وقف کر دینا چاہئے۔ وہ کمیونزم کے خطرہ کے مقابلہ کے لئے کافی نہیں ہے۔

اسلام کو افریقہ میں اشتراکی قوت کے مقابلہ کے لئے ایک بڑی طاقت بن کر ظاہر ہونا چاہئے تاکہ افریقہ سے اشتراکیت کا استیصال ہو جائے۔ یہ کام وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں۔ جو دین کے حامل، اسلامی عقائد میں راسخ، افریقی قبائل کی تاریخ، ان کی زبان، لہجہ، اور رسوم و عادات وغیرہ سے واقف ہوں۔

مسلمان مبلغوں کو افریقہ میں جنگ کرنے والوں کی صفوں میں داخل ہو کر کام کرنا چاہئے۔ کیونکہ جو لوگ کسی خاص معاملہ کی خاطر جنگ کر رہے ہوں اگر ان کے اندر دینی شعور پیدا ہو جائے اور وہ اسلامی عقیدہ میں راسخ ہو جائیں تو ان کو شکست سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔ کیونکہ عقیدہ کی خاطر لڑی جانے والی جنگ کا انجام فتح و کامرانی ہے۔

ماضی میں مسلمانوں کی غفلت نے یورپ، ایشیا اور دنیا کے دوسرے خطوں کی ایسی زمینیں گنوائی ہیں جو کبھی اسلامی علوم و فنون کا مخزن اور دینی تہذیب و ثقافت کا گہوارہ رہی ہیں۔ آج افریقہ کے اشتراکیت کے گود میں چلے جانے کا خطرہ اور اندیشہ لاحق ہے۔ اس لئے مشرق و مغرب کے تمام مسلمانوں کو بیدار ہو جانا اور اپنے افریقی بھائیوں کی مدد کے لئے کمربستہ ہو جانا چاہئے۔

(بشکریہ معارف، تلخیص از الوعی الاسلامی کویت۔ جنوری ۱۹۸۱ء)

قارئین الحق

الحق کچھ عرصہ سے کتابت و طباعت کے علاوہ سنسر کی مشکلات کی وجہ سے دیر سے شائع ہوتا ہے۔ مگر شائع ہوتے ہی قارئین کے لئے سپرد ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ اکثر قارئین کو یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ شاید انہیں تاخیر سے بھیجا جاتا ہے جب کہ ایسی صورت حال نہیں ہے تاہم پچھلے دو ماہ سے پرچہ کی اشاعت بر وقت ہو گئی ہے۔ اگر کسی کو پرچہ نہ ملے تو ڈاک خانہ سے شکایت کریں۔ نیز جس خط پر خریداری نمبر نہ ہو گا ادارہ اس کی تعمیل سے قاصر رہے گا۔

سیرۃُ الخلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

مولانا الطاف الرحمٰن بنوی حقانی

قسط۲

اِنسانیت اِفراط و تفریط کے انتہاؤں پر

جہاں نمرود فخر و غرور اور کبر و تعلّی سے اندھا ہوا جارہا تھا۔ اور اس کی سرکشی اور تمرّد کا یہ عالم کہ مسندِ خدائی پر براجمان ہوا چاہتا تھا۔ وہاں نمرودیوں کی حالت بھی اس سے کچھ کم خراب اور بگڑی ہوئی نہ تھی۔ وہ جہالت اور ذلّت کے اس مقام پر پہنچے ہوئے تھے۔ جہاں عقل و ضمیر کی ساری خوبیاں اور صلاحیتیں چھن جاتی ہیں۔ اور ذہن کا گوشہ گوشہ تاریکی اور اَنا کا چپہ چپہ پستی میں ڈوب جاتا ہے۔ غرض حاکم و محکوم دونوں جادۂ اعتدال سے ہٹے ہوئے تھے اور افراط و تفریط کے انتہاؤں پر پہنچے ہوئے تھے۔ جبھی تو قدرت کو اس فسادِ عمومی کے تدارک کے لئے نبی کو مبعوث کرنا پڑا۔ نہیں تو نمرود اس شان و شوکت کے باوجود بہر حال فرد تھا۔ اور محض فرد کی اصلاح بعثتِ نبوت کا سبب ہرگز نہیں بنتی۔

حجۃ الاسلام امام غزالی کی شہرۂ آفاق کتاب "احیاء علوم الدین" کے بعض مباحث کی مدد سے افراط و تفریط کے اس اجمال کی تفصیل پر کچھ اس طرح سے روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔ کہ قدرت نے انسان کی فطرت میں بہت سے ظاہری اور باطنی حواس کے علاوہ عقل، شہوت اور غضب کی تین قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک افراط وہ ذکاوت اور آج کل کی اصطلاح میں" روشن ضمیری "ہے جو حجت اور برہان کے کسی حد پر بھی رکنے کا نام نہیں لیتی۔ ایک ایسا بے ہودہ زعم تفلسف جو ہر بات کا بتنگڑ بنانے اور اس کی کھال اتارنے میں لطف محسوس کرتا ہے۔ عقل کے اسی درجے کا کمال ہے۔ ریب و شک اور احتمال در احتمال کے تسلسل میں زندگی بیت جاتی ہے۔ اور اطمینان و یقین کے کسی بھی اساس پر عمل کی نوبت نہیں آتی۔ تفریط کی صورت یہ کہ میزانِ عقل کا ایک ایک پرزہ اڑ گیا ہو اور بھلے بُرے کی تمیز کی ادنیٰ صلاحیت بھی باقی نہ رہی ہو۔ وہ ایک پالتو جانور کی طرح ہر اس ایرے غیرے نتھو خیرے کی تابعداری اور پیروی پر آمادہ ہو جو اس کی رسی پکڑ کر اپنی طرف کھینچ ڈالے۔ عقل کا یہ درجہ بلادت اور حماقت سے موسوم کیا جاتا ہے جو فی الواقعہ بے عقلی کے زیادہ قریب اور مشابہ ہے۔

اس کا اعتدال وہ حکمت اور دانائی ہے جو دلیل کے مقدمات اور ان کی ترتیب کی صحت و سقم کی رعایت سے تو غافل نہ ہو اور نہ ہی نقد و جرح کے عمل میں وہم، حسن ظن یا تقلید کا شکار، لیکن خواہ مخواہ کی موشگافیوں اور نکتہ آفرینیوں کا شوق بھی نہ چرایا ہوا اور نہ ہی کوئی احتمال ناشی من غیر دلیل اس کے قوت فیصلہ کو زک پہنچا سکتا ہو۔

شہوت کے افراط کو بوالہوسی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ جو تمام تر رذائل کا منبع اور مخزن ہے شکم و شرمگاہ کی ساری بےشرمیاں اور بےحیائیاں یہیں سے پھوٹتی ہیں۔ بوالہوسی گوہر استغنا کو پاش پاش اور دامن عصمت کو تار تار کر دیتی ہے۔ اور انسان فسق و فجور اور حرص و آز کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کی صورت تفریط یہ کہ غذا و جنس کی اتنی طلب بھی باقی نہ رہے جو بقائے نفس اور نوع کے لئے ضروری ہے۔ یہ کیفیت اشتہا کی بندش اور مرویت کے تعطل سے تعبیر کی جا سکتی ہے۔ یہاں جذبات و احساسات کا تنناؤ ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ شباب بڑھاپے اور بہار خزاں میں بدل جاتا ہے اور مروّت و مرویت کا ایک ایک وظیفہ چھوٹ جاتا ہے۔

اور اس کا اعتدال وہ سیرچشمی اور عفت و پاکدامنی ہیں جو ہر قسم کی نفس پرستی اور بداخلاقی سے کوسوں دور لیکن جائز و مناسب موقع و محل میں جرأت اقدام سے ہرگز نہیں ہچکچاتیں۔ اور بڑی شائستگی کے ساتھ "ولنفسک علیک حق" کے تقاضے پوری کرتی ہیں۔

غضب کی بیشی تہوّر کہلاتی ہے جو درندگی اور بہیمیت کا دوسرا نام ہے۔ اس درجے کا انسان ہر لمحہ سفاکی اور خون ریزی پر تُلا ہوا ہوتا ہے۔ اور رحم و رقت کا کوئی داعیہ اس کے ظلم و ستم اور چیرہ دستیوں کا راستہ نہیں روک سکتا۔ اس کی من مانیوں میں ادنیٰ سے ادنیٰ رکاوٹ اور خلل اندازی اس کی خشم گیری اور برافروختگی اور اس کے نتیجے میں مار دھاڑ اور قتل و غارت گری کی کافی وجہ بن سکتی ہے۔ بغرض وہ خلقت کے لئے دائمی درد سر اور بلائے جان بنا رہتا ہے۔ غضب کی کمی جُبن اور بزدلی کی صورت میں نمودار ہوتی ہے جو اپنے جائز حقوق کی تحصیل میں بھی پس و پیش اور لیت و لعل سے کام لیتی ہے۔ بزدل آدمی وجود ہستی کی تمام قیمتی خصوصیات سے خالی و تہی دامن پتھر کے کسی بھدّے سے مجسمے یا زیادہ سے زیادہ عاج کی اس خوشنما مورت کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو صنعت گری کا قابل دید منظر پیش کرنے کے سوا کسی کام کی نہیں ہوتی۔ اور اس کا اعتدال وہ شجاعت اور بہادری ہے جس کا حامل تحمل و بردباری اور عفو و درگزر کی بیش قیمت خصلتوں کے ساتھ ساتھ بوقت ضرورت سرکشوں کی سرکوبی کا حوصلہ اور مقدرت بھی رکھتا ہو۔ مصائب و مشکلات کا داعی اور محرک نہیں۔ لیکن پیش آجانے پر ان کو للکارنے اور جوانمردی سے مقابلہ کرنے کا اہل ہو۔ نیز موت سے بھاگنے والا نہیں بلکہ اس کا پیچھا اور تعاقب کرنے والا ہو۔

انسانی نفسیات کے بیان کے سلسلہ میں حکما نے اس کی ایک اور صفت نفسی "جاہ طلبی" کو بھی بڑے

شد و مد سے ذکر کیا ہے۔ اور اس کو انسانیت کا امتیازی نشان اور تعمیر و ترقی کی جان بتایا ہے۔ دوسرے قوی کی طرح یہ بھی انہی تین خانوں میں بٹی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس کا افراط اقتدار و حکمرانی کی وہ سخت ترین بھوک ہے جو "انا ربکم الاعلیٰ" سے کم پر کسی طور پر بھی قانع نہیں ہوتی۔ " ہمچوں من دیگرے نیست " کے گھمنڈ میں ایسی ایسی قباحتیں ابھر آتی ہیں جو خدا کی زمین کو فتنہ و فساد سے بھر دیتی ہیں[1]۔

اس کی تفریط تو انسانیت کی نفی کے مترادف ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جہاں عزت نفس اور انسانی خودی کے تحفظ کا احساس تک ختم ہو جاتا ہے۔ اور نوعی فضل و شرف کی ہر قدر سے پہلو تہی برتنی بہت آسان ہو جاتی ہے۔ اس کا اعتدال یہ کہ فرق مراتب نہ کرنے کی " زندیقی " سے دامن کشاں اپنی انسانی شان و حیثیت سے کسی حال میں بھی دست بردار نہ ہو۔ استحقاق و اہلیت کی بنیاد پر، ہر کسی کے ساتھ اسی کے مناسب حال معاملہ کرنے میں کسی بھی عار و احتقار کا شکار نہ ہو۔

آیئے! اس تفصیل کی روشنی میں نمرود اور اس کی قوم کی سیرت کا جائزہ لیں۔ اور ان کے نفسیاتی اختلال کی نوعیت کا پتہ چلانے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات جو غور و فکر کو ورطۂ حیرت میں ڈال

---

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں اسی درجے کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے۔

" انسان کا نفس امارہ جاہ اور سرداری کی محبت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اس کا ارادہ ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے اقران و ہمعصروں پر بلندی اور فوقیت حاصل کرے۔ اور اس کی ذات کا تقاضا یہ ہے کہ ساری مخلوق اسی کی محتاج ہو۔ اور اس کے احکام اور اطاعت کی پیروی کرے۔ اور خود کسی کا محتاج نہ ہو۔ یہ دراصل اس کی طرف سے دعویٰ خدائی ہے۔ اور وحدہٗ لاشریک کے ساتھ دعویٰ ہمسری ہے۔ بلکہ یہ بے سعادت نفس شرکت پر بھی راضی نہیں ہوتا۔ یہ چاہتا ہے کہ صرف حاکم ہو اور باقی سب اس کے تابع اور محکوم ہوں۔ حدیث قدسی میں ہے " عَادِ نَفْسَکَ فَاِنَّھَا انْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِیْ " یعنی اپنے نفس سے عداوت رکھ کیونکہ یہ میری دشمنی پر کمر بستہ ہے"

(مکتوبات دفتر اول حصہ دوم مکتوب ۲ ۵)

علامہ شبلیؒ الکلام جلد ا میں عالم کون اور انسان کی باہمی کشمکش کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ

" جاہ طلبی اس کو کہتے ہیں کہ جب تک تمام عالم کی گردنیں جھک نہ جائیں آرام نہ لے"

بیسویں صدی کے مشہور ماہر نفسیات سگمنڈ فرائڈ اسی کو انسان کی تمام تر سرگرمیوں کا محرک ثانی بتاتا ہے ان کا خیال تھا کہ ہمارے ہر کام کے لئے دو محرک ہوا کرتے ہیں۔ اول جنسی خواہش اور دوم بڑا بننے کی امنگ امریکی پروفیسر جان ڈیوی بھی الفاظ کی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔

دیتی ہے وہ دونوں فریقوں نمرود اور اس کی قوم کی وہ مشترک عقلی درماندگی اور افلاس ہے جو بلاشبہ ننگ انسانیت کہلاتے جانے کا مستحق ہے۔ نمرود ایک سراپا احتیاج انسان اپنے کو خدائی صفات کا حامل باور کئے ہوئے ہے اور اسی ناطے سے اپنی ذات اور شخصیت کو پوری قوم سے پُجوا رہا ہے۔ دوسری طرف قوم بھی اقتدار کے نشے میں چور اس منتانے کی بڑھ کو حقیقت سمجھی ہوئی ہے۔ اور بلا تامل اس کے حضور میں پیشانی کے بل گری پڑی ہے۔ یہ سوجھ بوجھ کا دیوالیہ نہیں تو اور کیا؟

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ انسان رفعت کی جس چوٹی اور عظمت کے جس مقام پر بھی فائز ہو اپنی ان تشنہ تکمیل آرزوؤں سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ جو ہر آن اس کو اس کی بے بسی اور بے چارگی کا احساس دلاتی رہتی ہیں۔ اور پھر یہی احساس ایک ایسے اعلیٰ و اعظم کا تصور پیدا کر دیتا ہے۔ جو نہ صرف خود اس بیچارگی سے بری و رستگار ہو۔ بلکہ بیچاروں کا دستگیر و مددگار بھی ہو۔ پھر یہی متصور خواہی نخواہی ہر کسی کی امیدوں کا محور و مدار قرار پاتا ہے۔ اور اسی کی جانب شعوری یا غیر شعوری طور پر نیاز مندی کی نگاہیں اٹھتی ہیں۔ کیا اس حقیقت کے باوجود فہم و دانش نمرود ہی اپنی خدائی کا یقین رکھتا تھا اور کیا واقعی قوم کو اس کی ربوبیت کا اطمینان حاصل تھا۔ جب کہ ہر انسان کے لاشعور میں ہر ظلم و زیادتی کے خلاف ایک ایسی غیر مرئی قوت سے استعانت کا داعیہ موجود اور روبہ عمل ہے۔ جو نمرود کی طرح محض خوف و وحشت کا دیوتا نہیں بلکہ رحمت و رأفت کا گہوارہ بھی ہو جس کی پینگیں بے خوابوں کو آرام و راحت کی نیند سُلا سکیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ ٹھیک ہے۔ کہ عابد و معبود کی عقلوں کا تو فاتحہ پڑھا جا چکا تھا اور اب ان کے حق میں عقلی رہنمائی کی کوئی توقع باقی نہ رہی تھی لیکن وجدان کے یہ چھپتے تقاضے کیونکر ایسے بے اثر ثابت ہوئے کہ مدت العمر کسی فریق کو بھی اپنے رویے پر نظر ثانی کی توفیق نصیب نہ ہو سکی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عقلی خلا کو وجدان سے بھرنے کا یہ عمل اس صورت میں تو کارآمد اور مفید ثابت ہو سکتا ہے جب کہ وجدان ہر قسم کے دباؤ اور معارضے سے آزاد ہو لیکن اگر کئی حریف آکاس بیل کی طرح اس کے چپے چپے پر چھائے ہوتے ہوں تو اس کی فعالیت کی توقع رکھنا خام خیالی ہی ہو سکتی ہے۔

نمرود اور اس کی قوم عقلی زبوں حالی کے علاوہ اور بھی کئی قسم کے ذمائم کا شکار تھے چنانچہ ان کے تاریخی احوال کا تجزیہ صاف طور پر بتاتا ہے کہ نمرود غضب اور جاہ طلبی کے افراط سے دوچار تھا جبھی تو ہر کسی کو اپنی کا قائل کرنے پر مصر اور بصورت دیگر آگ کی سخت ترین سزا تجویز کرنے کا روادار تھا۔ اور اس کی قوم ان دونوں چیزوں کی تفریط میں مبتلا تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ غیرت و حمیت کی اتنی سی پونجی بھی نہیں رکھتی تھی جو اس کو اس کے عقل و وجدان کو بار بار اپیل کرنے والے ہادی کی مدد پر کمربستہ یا کم سے کم اقتدار کی خوشنودی کے علی الرغم اس کی مخالفت سے باز رکھ سکتی۔ اس صورت حال میں وجدان کی آواز پر کان دھرنے کا موقعہ کب اور کیونکر ملتا جو انقلاب احوال کا سبب بن جاتا۔

Adarts

CAR-6/80

خدا کی موجودگی کا تجربہ

اپالو ۱۵ میں امریکہ کے جو تین خلاباز چاند پر گئے تھے ان میں سے ایک کرنل جیمز اردن تھے۔ انہوں نے ایک انٹرویو میں کہا کہ اگست ۱۹۷۲ء کا وہ لمحہ میرے لئے بڑا عجیب تھا جب میں نے چاند کی سطح پر قدم رکھا۔ میں نے وہاں خدا کی موجودگی کو محسوس کیا۔ انہوں نے کہا کہ میری روح پر اس وقت وجدانی کیفیت طاری تھی اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے خدا بہت قریب ہو۔ خدا کی عظمت مجھے اپنی آنکھوں سے نظر آرہی تھی۔ چاند کا سفر میرے لئے صرف ایک سائنسی سفر نہیں بلکہ اس سے مجھے روحانی زندگی نصیب ہوئی۔ (ٹریبیون ۲۷ راکتوبر ۱۹۷۲ء)

کرنل جیمز اردن کا یہ تجربہ کوئی انوکھا تجربہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ اتنا حیرت ناک ہے کہ اس کو دیکھ کر آدمی خالق کی عنایتوں میں ڈوب جائے۔ تخلیق کے کمال میں ہر آن خالق کا چہرہ جھلک رہا ہے۔ مگر ہمارے گرد و پیش جو دنیا ہے اس کو ہم بچپن سے دیکھتے دیکھتے عادی ہو جاتے ہیں اس کے انوکھے پن کا احساس ہمیں نہیں ہوتا۔ ہوا اور پانی۔ درخت اور چڑیا غرض جو کچھ بھی ہماری دنیا میں ہے سب کا سب حد درجہ عجیب ہے۔ ہر چیز اپنے خالق کا آئینہ ہے۔ مگر عادی ہونے کی وجہ سے ہم اس کے عجوبہ پن کو محسوس نہیں کر پاتے۔ مگر ایک شخص جب چاند کے اوپر اترا۔ اور پہلی بار وہاں کے تخلیقی منظر کو دیکھا تو وہ اس کے خالق کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے تخلیق کے کارخانہ میں اس کے خالق کو موجود پایا۔

ہماری موجودہ دنیا جس میں ہم رہتے ہیں یہاں بھی خدا کی موجودگی کا تجربہ اسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح چاند پر پہنچ کر کرنل اردن کو ہوا۔ مگر لوگ موجودہ دنیا کو اس استعجابی نگاہ سے نہیں دیکھ پاتے جس طرح چاند کا ایک مسافر چاند کو دیکھتا ہے۔ اگر ہم اپنی دنیا کو اس نظر سے دیکھنے لگیں تو ہر وقت ہم کو اپنے پاس "خدا کی موجودگی" کا تجربہ ہو۔ ہم اس طرح رہنے لگیں جیسے کہ ہم خدا کے پڑوس میں رہ رہے ہیں اور ہر وقت وہ ہماری نظروں کے سامنے ہے۔

اگر ہم ایک اعلیٰ درجہ کی مشین کو پہلی بار دیکھیں تو فی الفور ہم اس کے ماہر انجنیئر کی موجودگی کو وہاں محسوس کرنے لگتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم دنیا کو اور اس کی چیزوں کو گہرائی کے ساتھ دیکھ سکیں تو اسی وقت ہم وہاں خدا کی موجودگی کو پا لیں گے۔ خالق ہم کو اسی طرح نظر آئے گا کہ ہم خالق اور تخلیق کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکیں۔

موجودہ دنیا میں انسان کی سب سے بڑی یافت یہ ہے کہ وہ خدا کو دیکھنے لگے۔ وہ اپنے پاس خدا کی موجودگی کو محسوس کر لے۔ اگر آدمی کا احساس زندہ ہو تو سورج کی سنہری کرنوں میں اس کو خدا کا نور جگمگاتا ہوا دکھائی دے گا۔ ہرے بھرے درختوں کے حسین منظر میں وہ خدا کا روپ جھلکتا ہوا پائے گا۔ ہواؤں کے لطیف جھونکے میں اس کو لمس ربانی کا تجربہ ہو گا۔ اپنی ہتھیلی اور اپنی پیشانی کو زمین پر رکھتے ہوئے اس کو ایسا محسوس ہو گا گویا اس نے اپنا وجود اپنے رب کے قدموں میں ڈال دیا ہے۔ خدا ہر جگہ موجود ہے بشرطیکہ دیکھنے والی نگاہ آدمی کو حاصل ہو جائے ❊

محاذِ جنگ سے وقائع نگاران الحق کی رپورٹ

ترجمہ و ترتیب:۔ محمد ابراہیم صاحب فانی

جہادِ افغانستان
اور
فضلائے دارالعلوم حقانیہ

یوں تو ہر روز جہادِ افغانستان کے بارے میں اخبارات و جرائد اور عالمی نشریاتی اداروں سے تازہ ترین اطلاعات بہم پہنچاتے رہتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان مجاہدین نے سرخ سامراج کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ افغانستان کے ہر صوبہ اور ہر ضلع سے شدید جھڑپوں کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ لیکن صوبہ پکتیا میں جتنا نقصان روسی افواج اور افغان خلقیوں کو اٹھانا پڑا۔ اس کا اندازہ ان رپورٹوں سے لگایا جا سکتا ہے جو الحق کے خصوصی وقائع نگاران ہمیں بھیج رہے ہیں۔

صوبہ پکتیا میں مجاہدین کی اکثریت مولانا محمد یونس صاحب خالص حقانی جو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے خاص اور اولین تلامذہ میں سے ہیں۔ اور حضرت مولانا جلال الدین صاحب حقانی فاضل و سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ کی زیر قیادت روسی استعمار کے خلاف لڑ رہے ہیں اسی محاذ پر برسرپیکار مجاہد مولانا گل رحمان صاحب حقانی نے بتایا کہ ہمارے مجاہدین نے ڈیڑھ سال کے مختصر عرصے میں اپنے علاقہ جدران سے بیس ہزار سے زائد روسی افواج اور افغان خلقیوں کو ختم کر دیا۔ اور مالِ غنیمت میں بہت سا اسلحہ ہمارے ہاتھ آیا جس کی مفصل رپورٹ انشاءاللہ ہم مرتب کر کے بھیج دیں گے۔

اسی محاذ پر حقانی مجاہدین میں سے مولانا حبیب الرحمٰن حقانی۔ مولانا محمد حسن حقانی۔ مولانا احمد گل حقانی مولانا امان اللہ حقانی۔ مولانا محمد عمر حقانی۔ مولانا گل رحمان حقانی اور مولوی عزیز خان حقانی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

صوبہ پکتیا میں مولوی ارسلا خان صاحب کی زیر قیادت جو حقانی فضلا برسرپیکار رہیں ان میں سے بعض

کے نام یہ ہیں۔ مولوی عبدالباقی حقانی۔ مولوی محمد قاسم حقانی۔ مولوی امیر جان حقانی۔ مولوی طوطی صاحب حقانی۔ ناشح سروازہ مولوی عیسیٰ خان صاحب حقانی۔ مولوی احمد جان صاحب حقانی۔ مولوی مومن شاہ صاحب حقانی۔ مولوی احمد شاہ صاحب حقانی۔ مولوی نادر صاحب حقانی۔ مولوی اکبر شاہ صاحب حقانی۔ مولوی حاجی محمد حقانی۔ مولوی گل محمد حقانی۔ مولوی عبدالعزیز حقانی۔ مولوی سید محمد حقانی۔ مولوی حمد اللہ حقانی۔ مولوی حمد اللہ زر علی حقانی۔ مولوی جمعہ خان صاحب حقانی۔ مولوی نور خان صاحب۔

مولوی ارسلا خان صاحب کی اطلاع کے مطابق گذشتہ خوست کمیونسٹ افواج بہت بڑی تعداد میں جن میں گردیز غزنی ارگون کی چھاؤنیاں شامل تھیں۔ مجاہدین پر حملہ آور ہوئے۔ تقریباً آٹھ دن لڑائی جاری رہی جس میں دشمن کے چار سو افراد مارے گئے۔ اور اسلحہ میں سے اٹھارہ ٹینک اور بتیس رسد رسان گاڑیاں جلائی گئیں رسد میں زیادہ تر مقدار آٹا تھا۔ تقریباً تیرہ ہزار من آٹا ان گاڑیوں کے ساتھ جل گیا۔ ستر افراد زندہ پکڑ لئے گئے اور مجاہدین میں سے چار افراد نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اور اٹھارہ مجاہدین زخمی ہوئے۔ پکتیا میں حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے مجاہدین نے دشمن کی قوت کا محاصرہ کیا ہے۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مولوی نیک بہادر خان صاحب حقانی کی اطلاع کے مطابق روسی سامراج کے خلاف جہاد کے دوران ایک طالب علم حنیف خان زر علی صاحب شہید ہوئے۔ اس کے دوسرے طالب علم ساتھیوں نے یہ عجیب و غریب واقعہ سنایا کہ جب حنیف خان صاحب (شہید) شاہی کوٹ میں شہید کر دئے گئے تو دو ماہ بعد اس کے بھائی اور ورثاء نے اس کو قبر سے نکال کر لے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ شدید الحاح و اصرار کے بعد امیر نے قبر کھودنے کی اجازت دے دی۔ جب لحد کھول دی گئی تو شہید طالب علم پسینہ سے شرابور تھا۔ مونچھیں اور ناخن اس کے بڑھے ہوئے تھے۔ اس کے زخم روئی سے بھر دئے گئے تھے۔ اس روئی سے عجیب قسم کی خوشبو آرہی تھی۔ چنانچہ جب وہ روئی اس کے زخموں سے نکالی گئی تو خون بہنا شروع ہو گیا۔ جب اس کے بھائیوں نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے اسے لے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور اسی قبر میں دوبارہ اسے دفن کر دیا گیا۔ وہ روئی اب بھی طالب علموں کے پاس ہے اور اس سے خوشبو حاصل کر رہے ہیں۔

ارشاد ربانی کی صداقت کا اس سے بیّن اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اسلامیانِ عالم

مکتوب تھائی لینڈ

★ وقائع نگار خصوصی الحق مقیم تھائی لینڈ کے قلم سے

مسلمانوں سے غیر ہمدردانہ سلوک | یہ غیر مسلموں کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ اپنے ماتحت اقلیت قوم کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھتے ہیں اور پھر خصوصاً مسلمانوں سے تو امتیازی رکھتے ہیں۔ اپنے ہمسایہ ملک ہندوستان ہی کو لیجئے۔ جانی اور مالی نقصان بھی مسلمانوں کا ہو جاتا ہے اور پھر مجرم بھی مسلمان ٹھہرائے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کا مال اولاد اور جائیداد غیر محفوظ ہے۔ ہر مسلم کش فساد میں درجنوں مسلمان شہید اور سینکڑوں زخمی ہو جاتے ہیں اور پھر جب عدالت تحقیقات کرتی ہے تو اس میں بھی مسلمان کو مجرم قوم ثابت کرتے ہیں۔

اسی طرح مشرق بعید میں فلپائن کے حالات دیکھتے ہیں تو اس میں مسلمانوں سے ناانصافی ہوتی ہے۔ عرصہ چودہ سال سے مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا جاتا ہے۔ ان کے پرسنل لاء میں حکومت مداخلت کرتی ہے جبری طور پر انہیں برتھ کنٹرول پر مجبور کرتے ہیں۔ ان سے دوسرے شہریوں کی طرح رویہ نہیں۔ ان کی بالغ بیٹیاں اغوا کی گئیں۔ سیاسی لحاظ سے ان کی زبان بندی کی گئی۔ مگر اس ظلم و ستم کے باوجود اسلام دشمن کہتے ہیں کہ یہ مسلمان قوم فریاد کیوں کرتی ہے حتیٰ کہ انہیں ظلم و ستم کے خلاف آواز اٹھانے سے بھی روکا جاتا ہے۔

بس یہی حال تھائی لینڈ میں بھی ہے۔ مسلمان جو بھی تکلیف اٹھاتے وہ آہ و فریاد کو حکومت تک نہ پہنچائے۔ بارہا مساجد میں نماز پڑھتے ہوئے نمازیوں پر حملہ ہو چکا ہے۔ اگر حکومت سے شکایت کی جائے۔ تو اسے کوئی نہیں سنتا۔

کئی دفعہ ڈاکے اور رہزنی کے اصل مجرم تھائی کے غیر مسلم باشندے ہوتے ہیں مگر حکومت کے کارندے ایسی وارداتوں کے ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہراتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی نقل و حرکت میں بھی جاری ہے۔ گذشتہ ماہ صرف اسی شک کی بنا پر ضلع کبی (KABEE) کے ایک پہاڑ اور جنگل پر بمباری کی گئی۔ کہ یہاں سے مسلمان گوریلے حملے کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو کمیونسٹ صرف اس لئے کہتے ہیں کہ انہیں قتل کرنے کا جواز مل جائے۔ مسلمانوں کی آبادی میں

ٹینک اور فوجی گاڑیاں ہر وقت نظر آتی ہیں۔ جیلوں میں مسلمانوں کو غیر مسلموں والی خوراک دی جاتی ہے جس میں سور کا گوشت اور دوسری حرام اشیاء شامل ہوتی ہیں۔

ریڈیو پر مسلمانوں کے لئے پروگرام | ہفتے میں صرف ایک دن ہر اتوار کو دوپہر ۲/۱ ۳ سے پانچ بجے عصر تک وقت مسلمانوں کو دیا جاتا ہے۔ مگر اس پروگرام میں حکومت نے اپنے مرضی کے چند مسلمانوں کو متعین کر رکھا ہے۔ اور وہ اس مختصر وقت میں عربی اور ملائشیا زبان کے گانوں اور خطوط کے جوابات وغیرہ میں ضائع کر دیتے ہیں۔ تاکہ مسلمان اپنے مذہب سے دور ہی رہیں۔ کافی حد تک حکومت اس مسئلے میں کامیاب ہو چکی ہے۔

جہاں بھی کوئی سرگرم مسلمان نظر آئے اسے قتل کرا دیا جاتا ہے۔

باہر کے مسلمان ممالک کو دکھانے کے لئے کئی ایک سکول بھی قائم کر رکھے ہیں جس کا نام گورنمنٹ اسلامیہ سکول رکھا جاتا ہے۔ مگر اس میں مسلم اور غیر مسلم اکٹھے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اسلامیات کا ایک جملہ بھی شامل نصاب نہیں ہوتا۔

اخبارات اور رسائل | اکثر اخبارات مسلمانوں کے خلاف زہریلا مواد پھیلانے میں مصروف ہیں اور ایسے مضامین شائع کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کو دکھ پہنچے۔ گذشتہ سال مارچ میں تُون اُوک TAWAN OOK ہفت روزہ شائع ہوا۔ کہ یہاں کے مسلمانوں کی تحریک آزادی میں لیبیا۔ شام۔ عراق اور پاکستان کا ہاتھ ہے۔ اور جنوبی تھائی لینڈ کے مسلمان ان ممالک میں اپنی تحریک تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اگرچہ ایسے بیانات جیسے بھی ہوں مگر پھر بھی عوام کے دلوں میں نفرت پیدا کرتے ہیں۔

امریکہ اور ایران کی سیاسی مخالفت کی وجہ سے ایران کے خلاف بہت کچھ شائع ہوتا ہے حتیٰ کہ مسلمانوں کو رجعت پسند اور قدامت پسند کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب بھی پاکستان میں کوئی نیا اسلامی آرڈی ننس جاری ہوتا ہے تو اکثر یہاں کے اخباروں میں ہم پڑھتے ہیں کہ پاکستان چودہ سو سال پیچھے جا رہا ہے اور اس ترقی یافتہ زمانے میں پاکستانی قدیمی قانون دوبارہ نافذ کر رہے ہیں۔ اکثر تعلیم یافتہ طبقے کا خیال ہے کہ یہاں کے اخبارو پر یہودی مسلط ہیں۔ اور طرز بیان سے بھی واضح ہوتا ہے کہ واقعی یہ بات صحیح ہو گی۔

پولینڈ کا مسئلہ اور اٹلی میں زلزلے کو اخباروں کی سرخیوں سے پورا ایک مہینے تک جاری رہا۔

امریکی انتخابات پورے ایک سال تک اخباروں کے عنوانات بنے رہے۔ جب کہ الجزائر کا خوفناک زلزلہ صرف خبروں میں مختصر سا سنایا گیا۔ اخباروں میں اس کے متعلق چند لفظ بھی نہ لکھے گئے۔

فلسطین کی تنظیم آزادی کو ڈاکوؤں کے الفاظ سے ریڈیو اور اخباروں میں پکارتے ہیں۔ جب کہ اسرائیل کو باعزت الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسلامی سربراہی کانفرنس کی خبر غیر معمولی الفاظ میں شائع کی جاتی ہے۔ جب کہ برطانیہ کا شہزادہ انڈیا اور نیپال کے دورہ میں باقاعدہ بیس دن T.V پر دکھایا گیا۔ اخباروں اور ریڈیو پر تفصیل سے

نشر کیا گیا۔ کیوبا سے چند ہزار مہاجرین کا امریکہ میں پناہ لینے کے واقعات ہفتوں و مہینوں تک ریڈیو۔ ٹیلیویژن اور اخباروں میں بڑھا چڑھا کر بیان کئے گئے۔ اور پاکستان میں ہمارے افغان مہاجرین کا تاحال نام بھی نہیں لیا گیا۔ اس تمام جائزے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے تمام ذرائع ابلاغ پر یہودی مسلط ہیں۔

رومن کیتھولک عیسائی مذہب کے فرقہ کا سربراہ سنتا پاپا پادری کا دورہ ایشیا ٹیلیویژن پر دکھایا گیا۔ اس کے لئے اچھے خاص پروگرام منعقد کئے گئے۔ اور ریڈیو پر بھی نشر کیا گیا۔ اور اخباروں نے بڑی بڑی سرخیوں سے استقبال کیا۔ جب کہ مسلمانوں کے متعلق اس سے زیادہ اہمیت کے حامل واقعات بالکل چھپائے گئے۔

تمام مساجد کو رجسٹرڈ کیا گیا ہے اور نئی مسجد بنا کر اسے رجسٹرڈ کرانے کے لئے سالہا سال لگ جاتے ہیں۔ اور پھر دفتروں میں چکر لگانے پر اتنا روپیہ خرچ ہو جاتا ہے جتنا تعمیر پہ خرچ ہوتا ہے۔ ہر مسجد میں سرکاری طور پر پیش امام، خطیب، موذن اور ۱۲ ممبر مقرر کئے جاتے ہیں۔ ان تمام ارکان کے لئے موٹر، ریل گاڑی، سرکاری بس اور ملک کے اندر ہوائی سروس کا نصف خرچ مقرر کیا گیا ہے۔ اور بارہ ممبروں کا ہر چار سال کے بعد نئے انتخابات ہوتے ہیں۔ اور ان ممبروں کی مرضی سے ہی امام خطیب اور موذن مقرر کئے جاتے ہیں۔ رجسٹرڈ شدہ مسجد کے امام کے علاج معالجہ کا نصف خرچ معاف ہے۔

ہر مسجد کے ساتھ بچوں کی پڑھائی کے لئے انتظام کیا گیا ہے جس میں قرآن کریم کا ناظرہ اور ابتدائی مذہبی تعلیم کا بندوبست کیا گیا ہے۔ علم قرأت کے ماہرین اور قاری بہت زیادہ ہیں۔ مگر پورے تھائی لینڈ میں ۵، لاکھ مسلمانوں میں شاید حافظ قرآن ایک بھی نہیں ہے۔ آٹھ سال کی جستجو کے بعد ایک بھی تھائی مسلم حافظ قرآن نہ دیکھا اور نہ سننے میں آیا۔ اکثر حفاظ پاکستان، بنگلہ دیش اور برما سے آتے ہیں۔

رمضان المبارک کے دوران نماز تراویح میں ختم قرآن بالکل نہیں ہوتا۔ البتہ گذشتہ دو سال سے چند ایک پاکستانی حفاظ نے یہ کام شروع کیا ہے اور اس سنت سے تھائی لینڈ کے مسلمان بھی آگاہ ہونے لگے ہیں۔ اکثر بزرگوں کا کہنا کہ :-

"ہم نے حافظ کا نام تو سنا تھا مگر کبھی حافظ دیکھا نہیں"۔

کبھی کبھی سال میں ایک آدھ دفعہ پرامن ماحول میں مذاہب کا مناظرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے جس میں عیسائی، بدھ اور مسلمانان تھائی لینڈ حصہ لیتے ہیں۔ ایسے مذہبی مناظروں میں سینکڑوں افراد مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔

اکثر و بیشتر پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش اور سری لنکا سے تبلیغی جماعتیں آتی رہتی ہیں ان سے کافی اثر ہوتا ہے۔ مگر ان کے لئے زبان کی مشکلات سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ تھائی لینڈ کے عوام انگریزی یا دوسری عالمی

زبانوں سے بالکل ناآشنا ہیں۔ اس وجہ سے مبلغین کو تبلیغ کرنے میں تکلیف پیش آتی ہے۔ کئی دفعہ تھائی لینڈ کے مسلمانوں سے سنا ہے کہ عالم اسلام کو چاہئے کہ ایسے ممالک میں سرکاری طور پر مبلغین بھیجا کریں۔ اور ان زبانوں پر عبور رکھنے والے افراد تبلیغ میں لگائیں۔ تھائی لینڈ کے عوام متعصب نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ تبلیغ کا ان پر جلد اثر ہو جاتا ہے۔

عیسائیوں کے تمام فرقوں نے خوب زور شور سے تبلیغی کام شروع کر رکھا ہے۔ قریہ قریہ تحصیل اور ہر ضلع میں تبلیغی مناظر قائم کر رکھے ہیں اور اپنے مذہب کی تمام کتابوں کو تھائی زبان میں شائع کیا ہے۔ عیسائی فرقوں میں رومن کیتھولک اور مورمل زیادہ پیش پیش ہیں۔ جگہ جگہ عیسائیوں نے ہسپتال بھی قائم کر رکھے ہیں حتیٰ کہ عیسائی اپنا مذہب پھیلانے کے لئے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کے وسائل اگرچہ محدود ہیں پھر بھی اسلام کا اثر زیادہ بڑھ رہا ہے۔

مسلمانوں نے ہر ضلع میں تنظیم ASSOCIATION قائم کی ہے اور ہر تنظیم اپنے اپنے حلقہ میں کام کر رہی ہے ابھی ابھی ہمارے مقامی شہر نخون سون NKHON SAWAN میں بھی ایک تنظیم منظر عام پر آچکی ہے۔ جس کے محرکین پاکستانی ہیں۔ تنظیم کا صدر محمد انور، خزانچی اور عالم شاہ، مشیر جان خان ہیں۔ باقی بہت سے پاکستانی خوب دلچسپی لے رہے ہیں۔ ابھی مقامی طور پر ایک اسلامی مدرسہ کے لئے زمین بھی خرید لی گئی ہے جس کا رقبہ ۲ جریب ہے۔ اور دو لاکھ بات اس کی قیمت ہے۔ عنقریب اس میں ایک خالص دینی مدرسہ تعمیر ہونے والا ہے۔ جس پر تقریباً بیس لاکھ بات یعنی دس لاکھ روپے خرچ آئے گا۔ تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے۔ اور انشاء اللہ ایک خالص دینی علمی رسالہ سیامی زبان میں شائع کیا جائے گا۔ جس کا نام ہمارے ماہنامہ الحق کے نام پر الحق مقرر کیا گیا ہے۔ مدرسہ سے تعلق رکھنے والے مقامی لوگ بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ اور یہاں پر ۱۹۶۰ء میں مسجد پاکستان کے نام سے ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے جس کے بانی پاکستانی ہیں اسی وجہ سے مسجد پاکستان نام رکھا گیا۔

اسی طرح دوسرے شہروں میں بھی چند ایک مدارس کے سنگ بنیاد رکھنے کی اطلاع ملی ہے۔ اسی طرح دوسرے شہروں میں بھی مسجد پاکستان کے نام سے کئی عظیم مساجد تعمیر کی گئی ہیں۔ جہاں اکثر آبادی پاکستانی مسلمانوں کی ہے۔

گذشتہ سال ۱۹۸۰ء میں ضلع پتسنلوک PETHSANALOK میں ایک مسجد تعمیر کی گئی جس پر ۳۳ لاکھ بات یعنی ۱۶ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ خرچ آچکا ہے۔ اور اس کے ساتھ بھی دینی درسگاہ قائم کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

تھائی لینڈ کو درپیش خطرے | ۱۔ تھائی لینڈ کئی اطراف سے مصائب میں پھنسا ہوا ہے اندرونی اور بیرونی خطرات سر پر منڈلا رہے ہیں۔ ایک طرف سے کمبوڈیا کی نئی حکومت روس اور ویت نام کے اشارہ سے

مہینے میں کئی بار تھائی لینڈ کے علاقہ میں مہاجرین کے کیمپوں پر حملے کر رہے ہیں۔ اور ان کی گولہ باری سے کروڑوں ڈالر کا نقصان ہو چکا ہے۔ عام آبادی۔ سکول اور مندر تباہ ہو چکے ہیں۔ اس طرح کے اچانک حملے کمبوڈیا کی طرف سے کئی بار ہو چکے ہیں۔ جب کہ اس طرف سے صرف احتجاجی کارروائی ہوتی ہے۔ کبھی کبھار جوابی کارروائی بھی ہو جاتی ہے

۲۔ دوسری طرف لاؤس بھی روس کے اشارہ پر کئی بار حملے کر چکا ہے۔ اور تھائی لینڈ کے سرحدی علاقہ میں تین تحصیلوں کے عوام ملک کے دوسرے علاقے میں ہجرت کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ اور اس علاقہ کو فوجی علاقہ قرار دے دیا گیا ہے اور لاؤس کی طرف سے سینکڑوں لوگ اور مال مویشی تباہ ہو چکے ہیں جب کہ تھائی لینڈ کی طرف سے صرف احتجاجی کارروائی ہوئی ہے۔

۳۔ ملک کے اندر مسلمانوں کی تحریک آزادی زوروں پر ہے۔ مگر مسلمانوں کی تحریک پر حکومت کڑی نظر رکھتی ہے جب کہ حکومت کے لئے یہ بیماری دردسر بن چکی ہے۔ ملک میں اگرچہ شہنشاہیت ہے۔ مگر نظام حکومت پارلیمانی ہے۔ گذشتہ انتخابات میں جنوبی تھائی لینڈ سے ۱۴ مسلمان ممبر قومی اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے تھے جب کہ اس دفعہ صرف آٹھ ممبر منتخب ہوئے ہیں جن کا تعلق کسی پارٹی سے نہیں اکثر آزاد امیدوار کی حیثیت سے انتخابات لڑ رہے ہیں۔

ملک کا سرکاری مذہب بدھ مت ہے اور تمام مذاہب کو آزادی حاصل ہے۔

مسلمان اسمبلی میں حزب اختلاف کی حیثیت سے آتے ہیں۔ اور حزب اختلاف کے سربراہ کا نام صلاح الدین ہے جو سابق زرعی یونیورسٹی پٹانی کے پروفیسر ہیں۔ اور جناب صلاح الدین ۱۹۸۰ء رینس امارین ہوٹل بنکاک میں افغانستان پر روسی تسلط کے خلاف مسلمانوں کا ایک اجلاس طلب کیا تھا جس میں جناب صلاح الدین نے اسمبلی کے ممبر کی حیثیت سے تقریر کی۔ اور افغانستان کی تاریخ پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ تقریر کے دوران ہوٹل اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہا تھا۔

تھائی لینڈ کے جغرافیائی حالات | تھائی لینڈ کی آب و ہوا گرم مرطوب ہے۔ سال بھر میں ۲۵" سے ۷۵" انچ تک بارش ہوتی ہے۔ ملک کی اہم پیداوار چاول ہے۔ ربڑ۔ مکئی۔ گنا۔ پان سپاری۔ اور ناریل و کیلا بھی بکثرت ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ جنوبی تھائی لینڈ میں دنیا کا سب سے زیادہ ربڑ پیدا ہوتا ہے۔ چاول۔ ناریل۔ پان سپاری کی پیداوار بھی بکثرت ہے۔ حال ہی میں حکومت کے اعلان کے مطابق جنوبی تھائی لینڈ ضلع ستون میں قدرتی گیس کا بہت بڑا ذخیرہ دریافت کیا گیا ہے۔ جو تھائی لینڈ کے لئے دوسو سال تک کافی ہے۔ تیل کے دریافت کی بھی پیشن گوئی کی گئی ہے۔

تھائی لینڈ کے مسلمانوں نے پاکستان میں افغان مہاجرین کے لئے نقد رقومات بھی بھیجی ہیں۔ اور بیت المقدس کی آزادی کے لئے بھی اسرائیل سے کافی احتجاج کر چکے ہیں۔ جب کہ اسرائیل نے یروشلم دارالخلافہ بنانے کا اعلان کیا تو تھائی لینڈ کے مسلمانوں نے سخت احتجاج کا مظاہرہ کیا تھا۔

---

* جناب اختر راہی۔ ایم۔ اے

مولانا محمد عبداللہ گنگوہیؒ

مولفِ "تیسیر المنطق"

مولانا عبداللہؒ، گنگوہ ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے مکتبی تعلیم کے بعد انگریزی مدرسہ میں پڑھ رہے تھے کہ ان کا تعارف مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی (م ۱۳۳۴ھ) سے ہوا۔ جو ان کے محلہ کی مسجد کے ایک حجرے میں رہائش رکھتے تھے۔ مولانا کاندھلوی نے ان کی پابندی نماز سے اور مسجد سے تعلق کو دیکھتے ہوئے انہیں عربی تعلیم کا شوق دلایا چنانچہ انہوں نے مولانا کاندھلوی سے "میزان الصرف" کا سبق لینا شروع کر دیا۔ یہی اسباق ان کے عالم فاضل بننے کا نقطۂ آغاز ثابت ہوئے۔ چنانچہ انگریزی مدرسہ کی تعلیم رک گئی اور وہ علوم اسلامیہ میں آگے ہی آگے بڑھتے گئے۔

کتب متداولہ کی تحصیل کے بعد مدرسہ امدادیہ تھانہ بھون میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔ مدرسہ امدادیہ کے زمانۂ ملازمت میں انہوں نے مولانا اشرف علی تھانویؒ سے علمی و دینی استفادہ کیا۔ مولانا تھانوی مثنوی معنوی کا درس دیتے تھے جس میں مولانا گنگوہی باقاعدگی سے شریک ہوتے تھے۔

کچھ عرصہ مدرسہ امدادیہ میں مدرس رہ کر ۲ شوال ۱۳۲۷ھ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے وابستہ ہو گئے۔ تقریباً پونے دو سال وہاں فرائض تدریس انجام دے کر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء کو بیماری اور ضعف طبیعت کی بنیاد پر مستعفی ہو گئے۔ ان کے قائم مقام مولانا ظفر احمد تھانوی (م ۱۳۹۴ھ) ہوئے جو ان کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے۔

مولانا عبداللہ کو اپنے استاد گرامی مولانا محمد یحییٰ سے بڑی محبت تھی چنانچہ مدرسہ مظاہر العلوم سے علیحدگی کے بعد کاندھلہ چلے گئے۔ اور وہیں "مدرسہ عربیہ" سے منسلک رہے۔ آخر ۱۵ رجب ۱۳۳۹ھ ۲۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو کاندھلہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفنائے گئے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ

"مولوی محمد یحییٰ کی وفات کے بعد اپنے استاد زادہ مولوی محمد زکریا صاحب سے مولوی صاحب کو محبت بڑھ گئی تھی اور باوجود عمر میں بڑے ہونے کے ان کا احترام فرمانے لگے تھے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ مولوی زکریا صاحب میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بتاؤ۔ خواب یہ ہے کہ آسمان سے ایک بڑا انار گرا اور زمین پر گرتے ہی اس کے سب دانے جدا جدا ہو گئے۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ بھائی اس انار میں ایک دانہ میرا بھی ہے۔ یہ خواب سنا کر تعبیر کا تقاضا کیا۔ اور جب مولوی زکریا صاحب نے بار بار یہی جواب دیا کہ مجھے تعبیر دینا نہیں آتی۔ تو فرمایا اچھا میں تعبیر بتاؤں۔ کہ وہ دانہ میں ہوں اور میں تو آخر مولوی صاحب کا ہوں ہی۔ اور یہ بشارت ہے میری موت اور پھر مغفرت کی۔ چنانچہ چند ماہ بعد اسی سال مولانا کا وصال ہو گیا۔"

مولانا عبداللہ گنگوہی نے مولانا رشید احمد گنگوہی کے ہاتھ پر بیعت طریقت کی تھی۔ ان کی رحلت کے بعد تجدید بیعت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی (م ۱۳۴۶ھ) کے ہاتھ پر کی۔ مولانا مدنی نے ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء میں انہیں اجازت بیعت سے سرفراز کیا۔

مولانا عبداللہ گنگوہی بڑے کامیاب مدرس تھے۔ ان سے سینکڑوں افراد نے استفادہ کیا۔ ان کے نامور شاگردوں میں مولانا شبیر علی (برادر زادہ مولانا تھانوی) مولانا ظفر احمد تھانوی اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی شامل ہیں۔

مولانا گنگوہی کی تدریس کے بارے میں مولانا ظفر احمد تھانوی نے لکھا ہے :۔

"مولانا پڑھانے کم تھے۔ اجرائے قواعد زیادہ کراتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ نحو میر پڑھنے کے زمانہ میں ایک دوست کو میں نے خط لکھا تو اس میں ایک عربی شعر بھی خود بنا کر لکھا تھا ؎

اَنَا مَا رَاَیْتُكَ مِنْ زَمَنْ فَاَزْدَادَ فِیْ قَلْبِی الشَّجَنْ

"حضرت حکیم الامت (مولانا تھانویؒ) نے یہ خط دیکھ لیا تو ایک طمانچہ رسید کیا کہ ابھی سے شاعری؟ مگر استاد سے فرمایا کہ میں نے ظفر کو سزا تو دی کہ یہ وقت شعر و شاعری کا نہیں مگر آپ کے طرز تعلیم سے خوشی ہوئی کہ نحو میر پڑھنے کے زمانے میں اسے صحیح عربی لکھنا آگئی۔"

مولانا عبداللہ گنگوہی صاحب قلم بھی تھے۔ ان سے حسب ذیل تالیفات یادگار ہیں :۔

۱۔ اکمال الشیم

شیخ احمد بن محمد بن عبدالکریم بن عطاء اللہ (م ۷۰۹ھ) نے ایک کتاب "الحکم" کے نام سے لکھی۔ "الحکم" کے مضامین ابواب میں منقسم نہ تھے شیخ علی متقی (م ۹۷۵ھ) نے اسے مرتب کیا۔ اور "تبویب الحکم" نام رکھا۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی نے کیا۔ اور اس کا نام "اتمام النعم" رکھا۔ اسی اردو ترجمہ "اتمام النعم"

(باقی ص ۵۲ پر)

مولانا قاضی عبدالحلیم کلاچوی۔ فاضل وسابق استاد ونائب مفتی دارالعلوم حقانیہ

مولانا مفتی محمودؒ — روز محشر میں ملیں رب سے پیاروں کیطرح

م — میرا مفتی نور برساتا تھا تاروں کی طرح
حسرتا! رخصت ہوا ہم سے بہاروں کی طرح

ف — فرطِ غم سے کائناتِ بزم سب تھرا گئی
اللہ اللہ تھا تکلّم آبشاروں کی طرح

ت — تربتِ محمود پہ برسیں گھٹائیں جھوم کر
روز محشر میں ملیں رب سے پیاروں کی طرح

ی — یاد آتی ہیں ادائیں ان کی روز و شب ہمیں
ہو گئی تصویر میری غم کے ماروں کی طرح

م — معرکہ اسلام کا چنا تھا جب ایوان میں
اس فضا میں آپ کی صورت شراروں کی طرح

ح — حبِ احمدؐ میں لگا دی جاں کی بازی آپ نے
استقامت آپ کی تھی کوہساروں کی طرح

م — موت حق ہے ایک دن دنیا یہ سب چل جائیگی
تیری رحلت نے بنایا گُل کو خاروں کی طرح

و — وائے ناکامی چمن اجڑا ہے مالی چل دیا
دوست کب بیٹھیں گے یا اللہ یاروں کی طرح

د — دینِ قیم پہ نثار و نذر کر دی زندگی
قبر پہ تسنیم برسے ہاں فواروں کی طرح

(ادارہ)

تلخیص و انتخاب

★ مؤطا امام مالکؒ اور صحیح بخاریؒ

میں نے (مولانا آزادؒ) سے پوچھا۔ کیا وجہ ہے کہ مؤطا امام مالک "اصح الکتاب بعد کتاب اللہ" نہیں مانی جاتی - اور بخاری مانی جاتی ہے۔ حالانکہ امام مالک زمانی اعتبار سے بھی امام بخاری کے مقابلہ میں رسول اللہؐ سے اقرب تھے؟ اور بخاری کے رواۃ کا وہ درجہ اصحاب خبر کے نزدیک نہیں جو مؤطا کے رواۃ کا ہے۔ اس سلسلہ رواۃ کو تو "سلسلۃ الذہب" کہا جاتا ہے۔ مولانا غور سے میری معروضات سنتے رہے۔ پھر فرمایا

"آپ جو کچھ کہتے ہیں صحیح ہے لیکن فرق یہ ہے کہ مؤطا درسی کتاب نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس میں زیادہ تر آثار ہیں نہ کہ اقوال و احکام۔ اور بخاری زیادہ تر اقوال و احکام پر مشتمل ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ صدیوں سے نصاب درس میں داخل ہے اس کی ایک ایک حدیث اور ایک ایک روایت ہزاروں لاکھوں بار جانچی اور پرکھی جا چکی ہے" پھر ایک محویت کے ساتھ فرمایا "سچ کہا تھا ابن حجر نے۔ بخاری کا امت پر قرض ہے اور وہ قرض آج تک باقی ہے" یہ جملہ بار بار مولانا نے دہرایا۔ "قرض" کے لفظ پر خاص زور دیتے تھے۔

روایت۔ سید رئیس احمد جعفری۔ دید و شنید صہ ۵۱-۵۲

★ بیعت طریقت سے پہلے

خانقاہ اشرفیہ (تھانہ بھون) میں میں نے یہ دیکھا کہ ایک شخص آسام سے جذبۂ عقیدت میں چور، ولولۂ عشق سے معمور تھانہ بھون پہنچا۔ اس شدید رحال سے اس کا مقصد یہ تھا کہ حکیم الامت (مولانا تھانوی) کے دست حق پرست پر بیعت کرے۔ سرکاری ملازم تھا چند روز کی چھٹی بدقت ملی تھی۔ اس لئے واپس بھی جلد جانا چاہتا تھا۔ حکیم الامت نے اسے مرید کرنے سے انکار کر دیا۔ فرمایا۔ میں نے تمہارے متعلق رائے قائم نہیں کی۔ تم نے مجھے نہیں سمجھا۔ پھر بیعت کیونکر ہو سکتی ہے؟ بیعت کے لئے ضروری ہے کہ یہاں کچھ عرصہ تک قیام کرو۔ میں تمہیں جان لوں اور تم مجھے پرکھ لو۔ پھر اگر دونوں کی رائے ہو کہ بیعت ہونی چاہئے تو ہو گی ورنہ نہیں۔ اس نے بہت اصرار کیا لیکن حکیم الامت کا انکار قائم رہا۔

روایت۔ رئیس احمد جعفری۔ دید و شنید صہ ۱۸۹

★ **نفسیاتی طریقۂ اصلاح**

نفس کی کمزوریوں کو پہچاننے میں حکیم الامت (مولانا تھانویؒ) کو وہ ملکہ حاصل تھا جو کسی ماہر طبیب کو امراضِ جسمانی کے پہچاننے میں حاصل ہوتا ہے۔ اور ان امراض کا علاج وہ اتنا تیر بہدف کرتے تھے کہ بڑے بڑے خود سر اور متکبر ان کے دارالشفا میں پہنچنے کے بعد چنگے ہو گئے۔ ان کی بیماری جاتی رہی۔ ایک صاحب حسد کے مرض میں مبتلا تھے۔ فرمایا جس سے تم حسد رکھتے ہو اس کی اعلانیہ تعریف کیا کرو۔ اس کی اچھائیوں کو نمایاں کر کے بیان کیا کرو۔ یہ مرض جاتا رہے گا۔ غور کیجئے کتنا نفسیاتی علاج ہے۔		دید و شنید صد ۱۹۲

★ **اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو**

۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے۔ جامعہ ملیہ میں ایک روز غلغلہ مچا کہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ تشریف لائے ہیں ہم سب کو اشتیاق تھا کہ مولانا اپنی خطابت کا جوہر دکھائیں گے۔ الفاظ سے کھیلیں گے اور فصاحت بیان اور سطافت لسان کے اعجاز کا مظاہرہ فرمائیں گے۔ لیکن انہوں نے فرمایا۔ میں آپ کے سامنے کوئی تقریر نہیں کرنا چاہتا۔ صرف ایک بات کہتا ہوں اسے تقریر سمجھ لیجئے۔ نصیحت سمجھ لیجئے۔ جو چاہے سمجھ لیجئے۔ وہ بات یہ ہے

تم شوق سے کالج میں پھلو، پارک میں پھولو
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

یہ کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ اکثر احباب مایوس ہوتے کہ مولانا نے تقریر نہیں فرمائی۔ لیکن میرے دل نے کہا۔ کوئی تقریر بھی اس جامع و مانع تقریر سے مؤثر ہو سکتی تھی۔ ان چند الفاظ میں مولانا نے وہ کہہ دیا جو دوسرے لوگ گھنٹوں میں بھی نہیں کہہ پاتے۔		دید و شنید صد ۱۲۹ - ۱۳۰

★ **علامہ موسیٰ جار اللہ شاگرد علامہ سندھی**

میں نے دیکھا کہ یہ شخص صرف یہی نہیں کہ باغی دل و دماغ کا مالک ہے۔ اپنے سینے میں انقلاب اور تغیر کا طوفان پنہاں رکھتا ہے۔ جس طرح مجلس علم کا بلبل خوش نوا ہے۔ اسی طرح میدان کارزار کا سورما بھی ہے۔ بلکہ عابد شب زندہ دار بھی ہے۔ ضعف اور کہولت سن کے باوجود نماز اس ذوق شوق اور جوش و خروش سے پڑھتا ہے جیسے اس کا کام نماز کے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں۔ اور وظائف کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ تہجد کی پابندی بھی ہے۔ لیکن باہمہ اور بے ہمہ۔ کیا مجال جو خلافت ہاؤس (بمبئی میں قیام تھا) کا کھانا کبھی کھایا ہو۔ اگر جیب میں کچھ پیسے ہیں تو خود ہی ایک پتیلی پر اپنے کمرہ میں کچھ پکا رہے ہیں۔ اگر کیتلی میں چائے گرم ہو رہی ہے اور جیب خالی ہے تو پتیلی بھی سر بند رکھی ہوئی ہے اور کیتلی بھی۔

دید و شنید صد ۴۴

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کی
سفید
اریڈیم پڈ
نب کے
ساتھ
ہر
جگہ
دستیاب
EAGLE
EAGLE IRIDIUM
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

دلکش
دلنشیں
دلفریب
کنول لنن، صنم پاپلین
بے نظیر پاپلین
کہکشاں پرنٹس
سنگم بوسکی
باینار پاپلین
کمانڈر پاپلین
پریذیڈنٹ ٹوئل
جمال ۳۰۰۰ پاپلین
جمال ۵۰ لان
پولی کارڈ
سوٹنگ
حسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں، حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن
HTM-1/77

پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
SOHRAB
سُہراب

مکتوبات
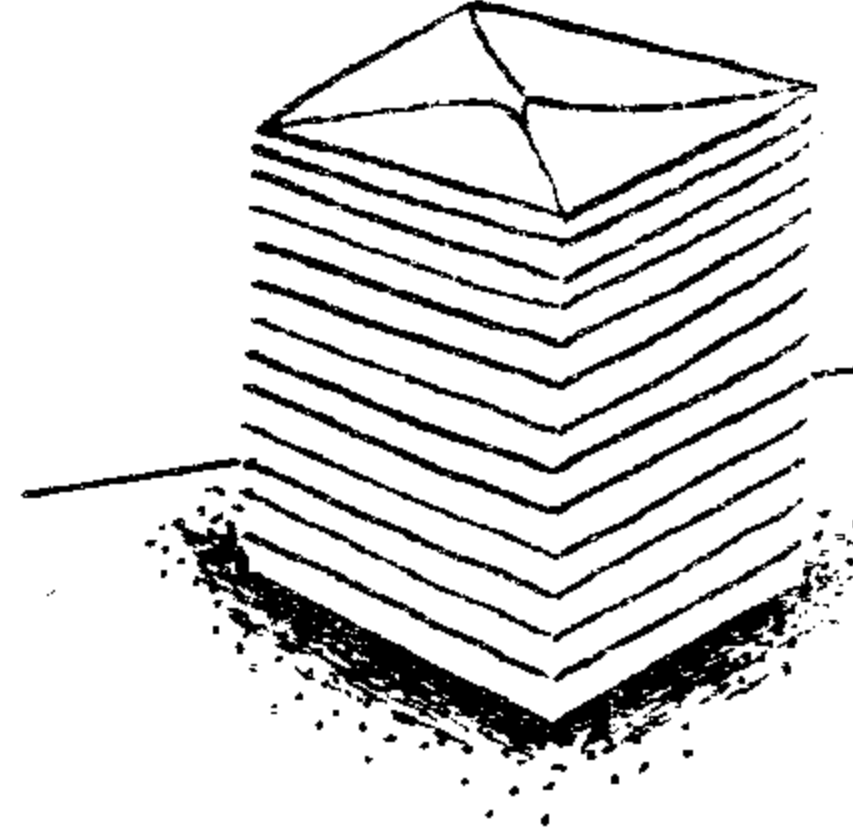
حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم

بنام

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

حضرت مولانا صاحب زید مجدہٗ

اسلام علیکم ۔ خاص راز یہ ہے کہ شاید دو تین گھنٹوں میں قطعی فیصلہ حکومت کانفرنس[۱] کرنے یا روکنے کا فیصلہ
ے ، ذہنی کشمکش جاری ہے ، جناب کی حاضری اور سرپرستی ضروری ہے ۔ بڑے اشتہار میں ہم نے صرف چند
توں کی بناء پر مخصوص اسماء شائع کئے تھے ۔ اپنے ہم خیال سرحدی بزرگوں کے بارہ میں ہمیں یقین تھا اور ہے ۔
ں فرمائیں اللہ تعالیٰ اخلاص اور توفیق عمل عطا فرماتے اپنے دین کو خود محفوظ رکھے ۔ ہاں مہربانی فرمائیں کہ حضرت بادشاہ گل[۲]
ضرت خواجہ نظام الدین[۳] صاحب مدظلہٗ ضرور تشریف فرما ہوں ۔ اس سلسلہ میں مجلس استقبالیہ جناب کو وکیل مقرر
ہے ۔ مہربانی کرکے بہت سعی فرمائیں ۔ یہ تو زیادہ تکلیف ہوگی کہ اگر وہ مانکی میں ہوں تو وہاں جاکر اصرار فرمائیں ۔
والسلام ۔ (۱۹۴۸ء)

حضرت مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہٗ

اسلام علیکم ۔ جناب کا اور دیگر احرار احباب کی شریعت کانفرنس میں شرکت ضروری ہے ۔ مہربانی فرماکر
ن فرمائیں ۔ فقط ۴۸ - ۸ - ۲۹ - (برائے مولانا عبدالقیوم پوپلزئی ۔ پشاور)

---

[۱] ۳ - ۴ - ۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کو پشاور میں مجلس احرار اسلام کی طرف سے نفاذ شریعت کے سلسلہ میں ایک
لشان نفاذ شریعت کانفرنس منعقد ہوئی ۔ مطبوعہ دعوت نامہ کی پشت پر مولانا مرحوم نے یہ والا نامہ رقم کیا ہے ۔

[۲] مولانا سید بادشاہ گل صاحب ۔ اکوڑہ خٹک ۔ [۳] حضرت پیر آف تونسہ شریف ۔

حضرت مولانا صاحب زیدکرمہ

اسلام علیکم ۔ میں اجلاس[1] میں انشاء اللہ تعالیٰ شامل ہوں گا۔ جب آپ مجھے ایسا خطاب فرماتے ہیں کہ گویا میں بانیان مدرسہ میں سے ہوں تو میں شرمندہ[2] ہوتا ہوں کیونکہ یہ آپ چند مخلص مسلمانوں کی محنت کا ثمرہ ہے۔ اور مجھ سے کوئی خدمت ہو نہیں سکتی ، سب احباب کو سلام ۔ ۷ر مارچ ۱۹۵۱ء

حضرت مولانا محترم زید مجدہٗ

اسلام علیکم ۔ جب آپ تشریف ٹل[3] لے جائیں تو اپنے ہمراہ پنجابی مسیح موعود کی کتابیں جو کسی طالب علم کے پاس بھیجنے کیلئے تھیں ، لے آئیں ۔ امید ہے کہ آپ سب حضرات بخیریت ہوں گے ۔ فقط ۔ ۲۳ر مئی ۱۹۵۱ء

حضرت مولانا صاحب زید مجدہ'

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ مجھے ملاقات کا جتنا شوق تھا ۔ اتنی ہی رکاوٹ پیدا ہوگئی ۔ ضلع مردان میں داخلہ پر پابندی مرزائی پارٹی مردان کی مساعی کا نتیجہ ہوا ۔ اس لئے پیہور[4] کے راستہ بذریعہ کشتی ٹوپی سے ہوکر براہ جہانگیرہ یا مردان آنے سے رہا ۔ اب ۱۰ر اپریل کو گورنر پنجاب کا نوٹس ملا کہ پنجاب سیفٹی ایکٹ کے تحت تم صوبہ پنجاب کی حدود میں تا حکم ثانی داخل نہیں ہوسکتے ۔ اس طرح اٹک کے راستے سے آنا بھی مشکل ہوگیا ۔ ہوائی جہاز بھی راولپنڈی سے چلتا ہے ۔ یہ بھی مشکل ہے ۔ اب میں صرف دعا کے قابل ہی رہ گیا ہوں ۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائیں اس لئے مہربانی کرکے مجھے معذور سمجھ کر معاف فرمائیں میں نے ایک خط وزیر اعلیٰ سرحد[5] کو بدیں مضمون لکھا ہے ۔ کہ مردان سے میرا اخراج پانچویں بار ہوا اسکا سبب صرف یہ ہے کہ وہاں مرزائی پارٹی بارسوخ ہے ۔ اور وہ غلط طور پر مقامی افسروں کو نقص امن کا یقین دلاکر دھوکہ دیتے ہیں ۔ جو لوکل گورنمنٹ کو یہی مشورہ دیکر نوٹس جاری کردیتے ہیں اور اسی لئے انتہائی

---

[1] دارالعلوم حقانیہ کا سالانہ جلسہ دستار بندی جو ایک عرصہ تک باقاعدگی سے ہر سال ہوتے رہے اور مولانا مرحوم بھی باالالتزام اس میں شریک ہوتے ۔

[2] مولانا کا بے لوث تعلق ، تواضع اور للہیت کی گواہی ۔

[3] مکتوب الیہ وہاں کسی دینی تقریب اور جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لے گئے ۔

[4] تربیلہ کے قریب دریائے سندھ پر پیہور کا کشتی پل سرحد میں داخلہ کا ایک ذریعہ تھا ۔

[5] خان عبدالقیوم خان ۔

قدم اٹھایا جاتا ہے۔ ورنہ صرف شہر مردان ہوتی میں داخلہ کی ممانعت کافی تھی یا صرف تقریر پہ پابندی بس کرتی تھی لیکن جب تک ضلع مردان کے کسی چپہ چپہ زمین پہ میرا قدم ہو" زنانۂ مردان" کو اپنی ناموس کا خطرہ رہتا ہے۔ اگر آپ حضرات تین آدمی کا وفد ان کے پاس سے جاکر یہی عرض کریں کہ پابندی اٹھائی جاتے تو غالب یعنی ۹۹/۱۰۰ امید ہے، کہ پابندی اٹھ جائے گی۔ یہی مضمون میں تنگی والوں کو بھی لکھ رہا ہوں ایک علیحدہ وفد اگر پشاور سے بھی مل لے۔ تو مفید ہوگا میں تو اپنی تکلیف سے بے نیاز ہوکر زیارت کیلئے آجاتا لیکن شاید آپ تک پہنچ نہ سکوں۔ سب احباب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ احرار دوستوں سے عرض ہے کہ اب زیادہ غیرت سے کام کرنے کا وقت ہے۔ منزل مقصود قریب ہے تنظیم کی زیادہ ضرورت ہے میرے لئے طلبہ وعلماء سے دعا کی درخواست کردیں۔

ایک بات اور ہے کہ آپ حضرات اس آخری دور میں محترم میاں جعفر شاہ کا امتحان بھی کرلیں۔ دو آدمی ان سے عرض کریں کہ مردان کا نوٹس منسوخ کردیں ورنہ کم ازکم بیہور سے آنے کی اجازت دیں۔ اگر اس طرح ہوجائے تو مجھے ہری پور کے پتہ سے اطلاع دیں۔ معرفت حکیم عبدالسلام صاحب۔ فقط۔ ۱۴ اپریل ۱۹۵۴ء

حضرت مولانا المحترم عبدالحق صاحب زید مجدہٗ

اسلام علیکم۔ میں نے ایک عریضہ پہلے بھی ارسال کیا ہے۔ ایک خط وزیراعلیٰ سرحد کی خدمت میں میں نے تفصیلی لکھا ہے۔ اگر اکوڑہ کے دو آدمی میاں جعفر شاہ صاحب سے ملکر نوٹس منسوخ کرانے کے لئے کہیں تو معمولی بات ہے۔ ورنہ کم ازکم آپ مردان ضلع کو عبور کرنے کی اجازت لیکر مجھے جناب حکیم محمد عبدالسلام صاحب ہری پور کے توسط سے اطلاع دے سکتے ہیں یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ پابندی بدستور رہتے ہوئے صرف گذرنے کی اجازت ہوجائے اس طرح میں بیہور سے بذریعہ کشتی اٹک عبور کرکے، ٹوپی کے راستے آسکوں گا۔ یہ جناب کے تاکیدی حکم کی وجہ سے عرض کرتا ہوں اور اپنے اشتیاق زیارت کی وجہ سے بھی۔ ورنہ بڑے بڑے حضرات کی موجودگی میں میری ضرورت قطعاً نہیں اور یہ امر اگر ہو کہ پشتو میں ترجمانی کی ضرورت ہو، سب احباب اور بزرگوں کو سلام۔ فقط۔ (۱۹۵۴ء)

حضرت مخدوم مکرم۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ضلع پشاور کے بیس دن کے دورہ کے بعد گھر آکر والانامہ (ہر دو عدد) پڑھا۔ جناب اگر ہمدردی اور دعا نہ کریں گے، تو کون کریگا۔ آپ حضرات ہی کی دعاؤں کے سہارے جیتے ہیں۔

---

[1] مردان شہر کو یہ اضافت مولانا کی ادبی اور ظریفانہ جدت آفرینی کا ایک دلچسپ نمونہ ہے۔

الحمدللہ تعالیٰ ثم الحمدللہ تعالیٰ کل الحمد حسب الحکم اجلاس کیلئے حاضر ہوں گا۔ دعا کا طالب ہوں۔ سب احباب وطلبہ کو سلام۔ اگر گستاخی معاف کریں تو یہ تکلیف بھی دوں گا کہ احرار دوستوں سے عرض کریں کہ میرے آنے سے پہلے پہل ۴ نفیس ممبری وصول کرکے ممبر بھرتی کرتے رہیں تاکہ تنظیم جدید میں جلدی ہو۔ فقط (اپریل ۱۹۵۴ء)

▽

حضرت مولانا صاحب محترم زیدکرمہٗ

اسلام علیکم۔ حسب الحکم ۳ اپریل کو براہ مردان غالباً عصر تک آجاؤں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ دعا فرمائیں، سب کو سلام۔ فقط (۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء)

▽

محترم ومکرم مولانا صاحب زیدکرمہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حسب الحکم حاضر ہوں گا۔ انشاء اللہ ۳ اپریل کو بارہ بجے تک بھوہ سے ٹوپی تک بذریعہ تانگہ پہنچ جاؤں گا۔ ٹوپی سے اگر جہانگیرہ کا یا کوئی اور راستہ نہ ہو تو حسب عادت مردان جاکر وہاں سے نوشہرہ ہوکر آؤں گا۔ اور اس طول عمل اور وقت سفر کا ثواب ان ارواح خبیثہ کے نام ایصال کروں گا۔ جو میرے داخلہ پنجاب کی مخالفت کی اصل محرک ہیں۔ تمام ارباب علم وعمل۔ اصحاب نظم ونسق اور احباب کی خدمت میں سلام عرض ہو۔ (۲۵ ۳ ۵۵)

▽

حضرت مخدوم مولانا زیدکرمہم

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حاضری کا خط تو میں نے لکھ ہی دیا لیکن آپ حضرات کا بڑا اشتہار پڑھا۔ حیران رہ گیا کہ اتنے اونچے اور بڑے حضرات اور بے بدل خطباء کی موجودگی میں مجھ جیسے خادم کو بلانے کے لئے کیوں اتنا اصرار تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ محض ذرہ نوازی ہے جس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضری کی کوشش حسب تحریر سابق براہ پشاور ٹوپی۔ مردان کروں گا۔ الا آنکہ ون یونٹ کے اعلان سے واقعہ پنجاب کی پابندی ختم ہو جاتے تو۔ لیکن ابھی اس کا علم نہیں۔ سب احباب اور ہیڈ ماسٹر صاحب[1] ہائی سکول کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہو۔ فقط۔ والسلام۔

▽

---

[1] دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ تعلیم القرآن کے اس وقت کے ہیڈ ماسٹر الحاج محمد نعمان صاحب آف لغڑ

بشرف ملاحظہ حضرت مخدوم مولانا صاحب زید کرمہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔ انشاء اللہ حسب الحکم میں دار العلوم حقانیہ کے سالانہ (یا حولیتی[1]) اجلاس میں حاضر ہوں گا اگر مجھے ۱۸ مارچ عصر تک واپسی کی اجازت ہو تو مہربانی ہوگی ۔ "میرے کاموں سے میر زندگی بہت تنگ ہے"[2] ۱۷ مارچ کو میں انشاء اللہ تعالیٰ پسنجر گاڑی سے ۱ بجے دن کے قریب پہنچ جاؤں گا ۔ سب احباب کو سلام ۔ ۱۷ مارچ کو دن کے وقت یا رات کے وقت اور ۱۸ مارچ کو قبل از عصر تک مجھے حکم دے سکیں گے ۔ اگر ۱۸ مارچ کو اجازت نہ دیں گے تو ایک جگہ جمعیۃ العلماء اسلام کی تنظیم کے کام میں تصور واقع ہوگا ۔ اگرچہ میں حکم کی تعمیل پھر بھی کروں گا ۔ سابق جرنیل احرار، مخلص علماء کرام جن کے نام یاد نہیں ہیں ۔ اور محترم مولانا حاجی احسان اللہ صاحب حضرت مولانا حافظ من اللہ صاحب (اختصار[3]) حضرات مدرسین غازی ملا صاحب[4] ، مولانا رزاق صاحب[5] مولانا قاضی عبدالودود[6] صاحب ، شمس الدین صاحب[7] وغیرہ کو اسلام علیکم ۔ (۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء)

حضرت مخدوم مکرم زید کرمہ

اسلام علیکم ۔ میں انشاء اللہ خیبر میل سے ۲۱ کی صبح کو نوشہرہ پہنچوں گا ۔ اطلاعاً عرض ہے ۔ فقط ۔ ۱۲/۱۰/۵۸

حضرت مولانا صاحب مدظلہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ۔ والا نامے نے معزز کیا ۔ عرض ہے کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب[8] ذی القعدہ میں میں بھی تشریف نہ لا سکیں گے ۔ آپ کے[9] بھیجے ہوئے اسی آدمیوں کی جماعت قرآن پڑھ رہی ہے ۔ باقی ہم لوگ حاضر ہیں میں نے مردان والوں کو (مولانا پیر مبارک شاہ[10] صاحب کو) لکھا ہے کہ آپ سے مل کر بات کریں ۱۶-۱۷-۱۸ مئی میں سے دو دنوں میں وہ کانفرنس کریں تو آپ سے مشورہ کریں اور آپ بھی اعلان فرما دیں اگر آپکا اتفاق نصف ذی القعدہ تک تک ہو سکے تو ایسا ہی مگر حضرت امیر[11] مرکزیہ یہ شریک نہیں ہو سکیں گے ۔ اب آپکی مرضی غالباً آپ جلدنہ کر سکیں گے میرے

---

[1] "سالانہ" کی عربی ۔ حول سے ہے ۔ مولانا کی جدت طرازی [2] مولانا کے ہنگامہ حیات کو اپنے اندر سمیٹا ہوا کیا عجب جملہ ہے ۔ عربی شاعر نے اسی کو اس انداز میں بیان کیا ۔ اذا کانت النفوس کباراً تعبت فی مرادھا الاجسام ۔ [3] پورے نام حافظ فضل من اللہ کی تلخیص حافظ من اللہ سے فرمائی ۔ [4] فتنۂ خاکسار میں انہیں غازی کا لقب دیا گیا ۔ مولانا سید قدرت شاہ مرحوم نام تھا ۔ ہمارے مولانا شیر علی شاہ صاحب کے والد بزرگوار دار العلوم کے خاص ترین خدام میں سے تھے ۔ [5] مراد ماسٹر عبدالرزاق سنگین صاحب ہیں ۔ [6] شاعر و ادیب مدرسہ تعلیم القرآن کے ایک سابق استاد ۔ [7] گھڑی سازی کا کام کرتے تھے ۔ مرحوم ہیں ۔ یہ سب مولانا اور ان کی جماعت اور دار العلوم کے خاص ابتدائی کارکن اور خدام تھے ۔ [8] شیخ التفسیر مولانا لاہوری مرحوم دار العلوم کے جلسۂ دستار بندی کیلئے دعوت دی گئی تھی ۔ [9] فضلاء حقانیہ کی ایک بڑی تعداد فراغت کے بعد حضرت کے درس تفسیر میں شرکت کرنے لاہور جایا کرتی تھی [10] جمعیۃ العلماء اسلام کے دیرینہ اور سرگرم بزرگ ۔ اب مرحوم ہیں ۔ [11] مولانا احمد علی لاہوریؒ

خیال میں اہل مردان سے ماہ ذی القعدہ سے اندر کرنے کا فیصلہ کرلیں اور حضرت امیر مرکزیہ کی شرط کو اڑا دیں سب احباب کو سلام۔ فقط جواب سے جلد سرفراز فرمائیں۔ (۲۹ اپریل ۱۹۵۸ء)

▽

بملاحظۂ اقدس حضرت مخدوم مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امیر العلماء حضرت مولانا احمد علی صاحب نے ۲۳ جون کو لاہور میں مغربی پاکستان کے چیدہ چیدہ علماء کرام کی مجلس مشاورت طلب فرمائی ہے۔ جس میں جناب کی شرکت ازحد ضروری ہے۔ تشریف لاکر ممنون فرمائیں۔ اجلاس صبح ۸ بجے سے ۱۱ بجے پھر بعد دوپہر ۳ بجے سے ۵ بجے تک۔ پھر بعد عشاء ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک ہوا کریں گے۔ ایجنڈا حسب ذیل ہے۔

۱۔ سلف صالحین و ائمہ دین کی علمی و عملی رہنمائی میں قرآن و حدیث کی حفاظت۔

۲۔ مخالفین اسلام اور نئے فتنوں سے اسلام کا دفاع۔

۳۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کتاب و سنت کی روشنی میں۔

۴۔ اصلاح معاشرہ۔

۵۔ تصنیف و تالیف۔ ۶۔ خدمت خلق و تربیت اخلاق۔ ۷۔ تنظیم مدارس دینیہ۔

۸۔ دیگر امور باجازت صدر۔

محترم المقام ٹال نہ دیجئے آپکی رائے سے ہمیں بڑی تقویت پہنچے گی۔ علماء کی تنظیم نہ ہو تو ان کو غلط استعمال کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ فقط (۱۰ جون ۱۹۵۹ء)

▽

حضرت مولانا مدظلہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ایک عریضہ پہلے ارسال کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں پھر تشریف آوری کیلئے تاکید کر دوں۔ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ چار پانچ بزرگوں کا ایک دن پہلے تشریف لانا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ کے لئے بھی انہوں نے مجھے حکم دیا ہے۔ مخدوم محترم کھلے اجلاس میں مسائل کا تصفیہ نہیں ہوا کرتا۔ ہمیشہ اکابر پہلے مشورہ کر لیا کرتے ہیں۔ پھر کھلے اجلاس میں پیش کرتے ہیں۔ اس لئے مؤدبانہ درخواست ہے۔ کہ جناب کا ۲۲ جون کی صبح تک پہنچنا بہت ضروری ہے۔ تاکہ آپ چار پانچ اکابر مل کر مسائل منقح کرسکیں کام کی اہمیت کے پیش نظر امید ہے کہ تکلیف برداشت کریں گے۔ سب کو سلام۔ (۱۱ جون ۱۹۵۹ء)

▽

حضرت مولانا مدظلہ !

السلام علیکم ۔ راولپنڈی میں زبانی فیصلہ[1] ہوگیا تھا ۔ دعا فرمائیں ۔ اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق ہو جائے ۔
تمام اہلِ علم کو سلام مسنون ۔ فقط (۹ رجون ۱۹۶۲ء)

▽

حضرت مولانا مدظلہ

السلام علیکم ۔ آج لاہور پہنچنے کے بعد جناب کا مکتوب گرامی پڑھا جس میں حقانیہ کے جلسہ کی صدارت والے مضمون کی تردید کے لئے حکم تھا ۔
میرے مخدوم و مطاع ! یہ تردید ۱۳ رجولائی ۱۹۶۲ء[2] کے ترجمانِ اسلام میں شائع ہو چکی ہے ۔ ملاحظہ فرمائیں ۔
مکرر آنکہ جمعیۃ علماء اسلام کا کام عجلت اور زور سے چلانا ہے ۔ تاکہ غلط کاروں کو موقعہ نہ ملے ۔ تمام احباب کو سلام ۔ فقط (۲۶ رجولائی ۱۹۶۲ء)

▽

حضرت مولانا !

السلام علیکم ۔ کیا موجودہ حالات میں رات کو روشنی[3] اور جلسے ہو سکتے ہیں ۔ آپ نے والا نامہ ۷ ر دسمبر کو لکھا ہے ۔ جس دن بھارتی درندوں نے اچانک لاہور پہ حملہ کیا تھا ۔ میں اس وقت سے یہاں ہوں ۔ اللہ تعالیٰ نے خاص مدد فرمائی ہے ۔ دعا کریں اگر آپ کا جلسہ قائم ہی رہا تو ۲۴ اکتوبر تک ضلع ملتان میں آنا پڑے گا ۔ مخدوم پور جانا ہے ۔ پروگرام مشکل ہے کہ ملتان جاؤں پھر واپس آؤں ۔ لیکن حکم کی تعمیل انشاء اللہ تعالیٰ کی جائیگی اور اس پر مزید بحث ملتان میں وفاق المدارس کے موقعہ پر ہو سکے گی ۔ فقط (۷ ر ستمبر ۱۹۶۵ء)

---

[1] معلوم نہیں کس معاملہ کی طرف اشارہ ہے ۔

[2] دارالعلوم کے عظیم الشان جلسۂ دستار بندی ۱۹۶۲ء میں کئی اہم قرار دادیں پاس ہوئیں جن میں ایک منکرین حدیث اور ان کے سرخیل مسٹر غلام محمد پرویز کی تکفیر پر مشتمل تھی ۔ اس اجلاس میں ملک کے مشاہیر علماء کے علاوہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب بھی موجود تھے مگر جلسہ کی صدارت کوئی اور صاحب کر رہے تھے ، اخبارات نے اس نشست کی صدارت جلسہ قاری محمد طیب صاحب کو منسوب کی ۔ ملکی حالات اور نزاکتوں کی وجہ سے کئی اور قرار دادیں ان کے سفرِ پاکستان میں رکاوٹیں ڈال سکتی تھیں اس لئے خود قاری صاحب مدظلہ کے حکم سے وضاحتی تردید ضروری سمجھی گئی ۔

[3] پاک بھارت جنگ جاری تھی اور بلیک آؤٹ لازمی تھی ۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ گرامی نامہ کا جواب لکھنا تھا مگر غداً بعد غدٍ کرتے کرتے دیگر گرامی نامہ میں گولیوں کا ذکر تھا۔ اور یہ بھی کہ ذرا رعایتی نرخ پر ہوں۔ حکم کی تعمیل کی گئی رمضان میں آپ کی خاطر دوا تیار کی گئی، دوسو عدد گولیاں ہیں۔ معیاری دواخانہ ۱۲ روپے سینکڑہ کے حساب سے اشتہار کے مطابق سپلائی کرتا ہے۔ میں نے خاص رعایت کرکے سات روپے سینکڑہ کے حساب سے پیش کی ہیں۔ چودہ روپے کے سوا محصول ڈاک ایک روپیہ ہے۔ اس طرح دس روپے کی رعایت ہوتی۔ دوسری رعایت یہ ہے کہ ان گولیوں کا سائز بڑا ہے۔ صرف ایک ایک گولی گرم دودھ سے استعمال کرانی ہوگی۔ بہرحال موجودہ نرخوں میں پوری رعایت ہوگئی ہے۔ یہاں اگر حق[1] کے مطالعہ سے محروم ہوں باطل کا مطالعہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ رمضان شریف کا آخر ہے۔ دعا کریں کہ عتق من النار میں شامل ہو جاؤں۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو سلام۔ فقط (۸ر جنوری ۱۹۶۶ء)

▽

حضرت مولانا صاحب مدظلہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ نے مشرف فرمایا۔ چونکہ آپکی فرمائشی دوا میرے نام مرسلہ گرامی نامہ میں ضمناً درج تھی۔ اور وہ گرامی نامہ میرے پاس تھا خیال تھا کہ دواخانہ نے تعمیل نہ کی ہوگی۔ اس لئے مجھے دوا بنانی پڑی اور آپکی وجہ سے دو تین اوروں کو بھی فائدہ پہنچ گیا۔ پھر میرا مقصد نرخ میں بھی رعایت تھا۔ خدا جانے اس میں کہاں تک کامیاب ہوسکا۔ بہرحال آپکی صحت اور درازیٔ عمر ہم سب کی مشترکہ مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح کرے اور آپ سے اسلام اور دارالعلوم کی خدمت لیتا رہے۔ بلکہ مولانا سمیع الحق صاحب اور سب بیت الحق[2] والوں کو اسکی توفیق دے سب احباب کو سلام۔ فقط

▽

---

[1] مولانا ماہر طبیب، اور حاذق حکیم بھی تھے، دوائیاں ہی ان کے گذر بسر کا ذریعہ تھا۔ وہ بھی علماء و احباب پر نہایت واجبی دام سے اٹھ جاتی۔ لاہور سے آکر اپنے گاؤں بفہ میں قیام پذیر تھے۔ حق سے مراد ماہنامہ الحق ہے۔ جو گاؤں کے پتہ پر نہیں جاتا ہوگا۔

[2] حضرت والد ماجد مدظلہ اور پھر ہم سب بھائیوں اور بچوں کے ناموں ہی الحق ایک لازمہ سا بن چکا ہے رسالہ بھی الحق اور دارالعلوم بھی حقانیہ مکتوب نگار نے ساری بات "سب بیت الحق" کے جملہ میں سمیٹ دی۔

حضرت مخدوم و مکرم زید کرمہ

السلام علیکم۔ ۷ فروری ۱۹۶۶ء کو صبح دس بجے دفتر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان چوک رنگ محل لاہور میں مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوگا، آپ کی شرکت ضروری ہے۔ امید ہے کہ وقت مقررہ پر تشریف لاکر ممنون فرمائیں گے۔

ایجنڈا :- ۱- معاہدۂ تاشقند　۲- متحدہ اسلامی محاذ　۳- تنظیم جدید و اسلامی قوانین

۴- دیگر امور باجازت صدر۔　(۳۱ جنوری ۱۹۶۶ء)

▽
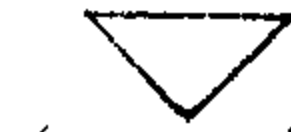
حضرت مولانا عبدالحق صاحب زیدت حقانیۃ و ربانیۃ

السلام علیکم۔ گرامی نامہ نے نہ صرف مسرور کیا بلکہ دعاؤں نے ہمت افزائی فرمائی، حضرت جب میری خشک سالی[1] پر زمانہ دراز گذرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ زبردستی کرکے مجھے اللہ اللہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ جیسے ختم نبوت کی روپوشی اور دوسری جیلیں اور اب یہ پورا چلہ ان کی مہربانیوں نعمتوں اور احسانوں کا شکریہ کون ادا کر سکتا ہے۔ حضرت مولانا اگر آپ حضرات کی بے لوث خدمات رنگ سے آئیں تو دین کی ڈگمگاتی کشتی ساحل مراد پر پہنچ جاتے اللہ ایسا ہی فرماتے۔ مولانا! مولانا سمیع الحق صاحب[2] کیلئے دل سے رات کو دعائیں فرمایا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ اسلاف کے آثار اقدام پر چلائے رکھیں تاکہ آپ کی نیابت اور بقا و دوام کا ہمیں یقین ہوتا رہے ابتداء سے انتہاء کا اگر اندازہ لگایا جا سکے تو تو اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل ہے اگر ایسے دو تین نوجوان تیار ہو جائیں تو ہمیں لاولدی محسوس نہ ہو کیونکہ غیر صالح ولد ولد ہی کیا ہے۔ فقط　(۲۵ مارچ ۱۹۶۷ء)

▽

مخدوم محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب زید کرمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہی تاریخیں مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی ہیں۔ ۷ تاریخ بھکر کو دی ہے۔ ان کو لکھتا ہوں کہ وہ بدل لیں تو پھر عرض کردوں گا۔ مگر دس بارہ دن کے اندر دوبارہ یاد دلائیں گے۔ قبلہ! نسیان کا غلبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں کیلئے خود ہی انتظامات کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید اخلاص و توفیق بخشیں۔ فقط۔　(۷ اگست ۱۹۶۷ء)

---

[1] غالباً رویت ہلال کے مسئلہ میں مولانا ہزاروی پابند فید و بند تھے۔ اور بلوچستان کی کسی دور افتادہ جیل میں محبوس رہائی کے بعد کا یہ گرامی نامہ لفظ لفظ، عزیمت و استقامت اور رب السجن احب الی۔ الآیۃ کا نمونہ ہے۔ باہر کی مجاہدانہ زندگی کے ہنگاموں میں خلوت ذکر و فکر اور استغراق کے مواقع کی کمی کو خشک سالی کے پیارے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [2] احقر نابکار و گنہگار سے اکابر کی یہ شفقت ہی بس سرمایۂ حیات ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ (س)

حضرت مخدوم مولانا عبدالحق صاحب زید کرمہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہر چند کوشش کی کہ قدم بوسی ہو سکے یا اجلاس کی شرکت کی سعادت حاصل ہو۔ مگر کسی طرح بھی تاریخوں کی موافقت نہ ہو سکی۔ بھکر جمعیت کانفرنس اور قاسم العلوم کا جلسہ مزاحم ہیں۔ ہفتہ کے دن بھکر میں جمعیۃ کانفرنس ہے۔ ایک تاریخ بدل چکے ہیں۔ دوسری کی تبدیلی بہت مشکل ہے۔ بہر حال عدم شرکت کا افسوس ہے اور معافی کا خواستگار ہوں۔ فقط (یکم ستمبر ۱۹۶۷ء۔ راولپنڈی)

▽

محترم المقام حضرت مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہ و کرمہ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ نے مشرف کیا تھا بدلتے ہوئے حالات نے مشرف زیارت سے محروم رکھا۔ بہر حال میں خادم اور دعاؤں کا طالب ہوں، حضرت مولانا شیر علی صاحب مدظلہٗ کا مکتوب بھی ملا تھا۔ بہر حال اب تو ۲۵؍ رجب گذر گئی ہم مرزائی ڈپٹی کمشنروں کے گھیرے میں ہیں۔ چار مقدمات اس وقت میرے خلاف قائم ہیں اور پانچواں ضلع راولپنڈی میں داخلہ تین ماہ کے لئے ممنوع۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اطمینان ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے۔ اسکی حکمت و مشیت کے تحت ہونے کا یقین ہے۔ والعاقبۃ للمتقین۔

دعا فرمائیں کہ مجاناً اس زمرہ میں داخل فرمائیں اور بھی بے انتہا مہربانیاں سب کی سب مجاناً ہیں۔ بہر حال تعمیل ارشاد میں قصور معاف فرمائیں گے۔ دارالعلوم حقانی اسم بامسمی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں کے متوسلین اور خوشہ چینوں کو جنتہً للہ دین کی خدمت کی توفیق بخشیں نفقات کی ذمہ داری خود جل وعلیٰ نے لے رکھی ہے۔ موجودہ مدارس عربیہ اسکی غیبی امداد کے مظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی مساعی میں برکات فرمائیں۔ آمین۔ فقط (اگست ۱۹۶۸ء)

▽

محترم المقام حضرت مولانا صاحب زید کرمہ

السلام علیکم۔ میری پرانی بات[1] کو منسوخ سمجھیں ارکان جمعیۃ ضلع پشاور سے گفتگو کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ایک عالم کو ہم بہر حال ترجیح دیں گے۔ آپ ہر سہ حضرات بلکہ تحصیل چارسدہ کے بزرگ کہ ملاکہ ہر چہار حضرات کا فی سبیل اللہ ملنا ملانا یا مسلمانوں جیسی محبت ضروری ہے اور بھی جو مسلمان اسی لحاظ سے محبت کرے یا تعاون۔ ہم اسکی قدر کریں گے۔ میں ۲۷؍ اگست کو آرہا ہوں۔ انتظار فرمائیں۔ فقط (۲۵؍ اگست ۱۹۶۸ء)

▽

---

[1] معلوم نہیں کس معاملہ کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت مخدوم مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہٗ دکرمہ وسطفہ۔ آمین

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو نہر شریعت کی آپ کے ذریعہ جاری کرائی ہے۔ اس کو تا قیامت جاری رکھے اور آپ کے خلف رشید کو بھی اسی طرح بنائے رکھے۔ آمین۔ مجھے ٹائیفائڈ ہے۔ فریش ہوں۔ دعائے صحت کی درخواست ہے۔ خود بھی کریں اوروں سے بھی کرائیں۔ میں نے ایک کام کا مولانا مسرت شاہ[1] صاحب کے ذریعہ عرض کیا تھا۔ جناب نے فرمایا تھا۔ کہ ان کے ذریعہ یا بدرشی کے خان[2] صاحب کے ذریعہ کیا جائیگا۔ ۲۷ دسمبر تاریخ ہے۔ اگر توجہ فرمائیں مہربانی ہوگی۔ فقط

▽

محترم المقام شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ

اسلام علیکم۔ جناب کو معلوم ہے کہ یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو بروز جمعرات لاہور میں صوبائی جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کی مجلس عمومی کا اجلاس بحکم حضرت مولانا محمد عبیداللہ انور صاحب امیر صوبائی قرار ہونا پایا ہے۔ مہربانی فرماکر اپنے ضلع سے دو سے پانچ تک صحیح نمائندے اس اجلاس میں شریک کرائیں اور خود بھی تشریف لائیں۔

▽

محترم المقام سیدی مولانا محمد عبدالحق صاحب سلمہ ربہ الحق آمین

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کے حلقے کے حالات ہر ایک سے پوچھتا رہتا ہوں۔ الحمدللہ تعالیٰ کہ حالات بہت اچھے بلکہ بہت ہی اچھے ہیں۔ شاید آپ اور حضرت مفتی صاحب کوئی خاص وظیفہ پڑھتے ہیں جو ہم کو نہیں بتایا[3]۔ جزاہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر لحاظ سے اور ہر مورچہ پر کامیاب فرمائے۔ آمین۔ ملک بھر میں حالات امید افزا ہیں۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور غیبی امداد ہے اور وہ اونچے بندوں کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ والحمدللہ کل الحمد والشکر لہٗ کل الشکر۔

محترما! چغرزئی وغیرہ علاقہ میں حضرت مولانا فضل مولیٰ[4] صاحب کی شدید ضرورت ہے۔ تعلیم بھی ختم ہوچکی ہے۔ وہ فارغ بھی ہیں اور اس علاقے میں ان کی اشد ضرورت بھی ہے۔ اس لئے درخواست ہے کہ ان کو جانے کی اجازت عنایت فرماکر اہل جمعیت کو مشکور فرمائیں۔ بلکہ ان کو بعض حضرات کے نام خطوط بھی دیدیں۔ آپ نے جمعیۃ کے خادم کی درخواست مان کر انتخابی میدان میں آنا برداشت کرکے اہل دین پر بڑا احسان فرمایا ہے کیونکہ

---

[1] مولانا الحاج میاں مسرت شاہ صاحب کاکاخیلؒ دارالعلوم کے رکن رکین۔ [2] دارالعلوم کے دوسرے سرکردہ خادم اور رکن الحاج شیر افضل خان صاحب مرحوم۔ [3] ۱۹۷۰ء کا ہنگامہ خیز الیکشن جن میں یہ دونوں حلقے نہایت مضبوط تھے۔ [4] مدرس دارالعلوم حقانیہ۔

لنڈن امریکہ دنیائے کفر اوّل دھلے میں یہی سننے کی منتظر ہوگی کہ اسلام ماننے والے اور علماء کے ساتھ وابستہ کتنے آدمی کامیاب ہوئے۔ وہ آج اپنی محنت ضائع ہوتی دیکھ کر گھبراہٹ اور مایوسی کے شکار ہیں۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی جوں جوں عمر بڑھتی جارہی ہے۔ ان کو ذمہ داری کا احساس، القاء دین کی اہمیت اور اس کے صحیح طریقوں کی معرفت بڑھتی جارہی ہے۔ اور ہماری توقعات کا خواب پورا ہوتا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو آپ کا صحیح جانشین اور صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین۔ اگر یقینی کامیابی اور اعلیٰ پوزیشن کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کے میدان میں آنے کی رائے دیتا۔ امید ہے کہ آپ مولانا فضل مولیٰ کے بارہ میں درخواست کو شرف قبول بخش کر سرفراز فرمائیں گے۔

ہاں مولانا شیر علی صاحب اور دوسرے علماء کرام کو سلام قبول گیا۔ وہ ضرور عرض کر دیں۔ فقط (۲۱ ستمبر ۱۹۷۰ء)

▽

حضرت مولانائے المعظم وسیدنا المکرم مولانا عبدالحق صاحب زید کرمہٗ ومجدہٗ۔ آمین

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حامل عریضہ ہذا مولانا عزیز الرحمٰن صاحب[1]۔ دورۂ حدیث شریف کے لئے آپ کے ہاں آرہے ہیں۔ انہوں نے مودودیت کے خلاف عظیم جہاد کیا ہے۔ راولپنڈی میں جمعیۃ طلباء اسلام کے صدر اور بانی تھے۔ بہترین کارکن ہیں۔ اہلِ علم کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر تاخیر مانع ہو تو ان کو مستثنیٰ کر کے علم پروری اور بندہ نوازی فرمائیں۔ ان کا داخلہ ضروری ہے۔ باقی حالات اچھے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ سرحد میں جمعیت کی حکومت بنے گی۔ اطمینان رکھیں اور دعا جاری رکھیں۔ اگر کسی وقت محترم رفیق خان تاج محمد خان صاحب سے مل لیا کریں۔ تو اکابر کی سنت کے عین مطابق ہوگا۔ باقی میں نے محترم حکیم صاحب نوشہرہ کو کہہ سن کر اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ اپنے محترم عزیز مولانا سمیع الحق صاحب سے بھی درخواست ہے کہ میری پیروی نہ کریں بلکہ ذراسی نرمی اختیار فرمائیں۔ پشاور، مردان کی تقریروں میں ہم نے الزامات اور سباب کے پورے جوابات دیدئے تھے ہمیں آپ کی دعا چاہئے۔ فقط والسلام علی اہل المودۃ والمحبۃ واہل العلم وطلب العلم۔ (۸ جنوری ۱۹۷۱ء)

▽

بملاحظۂ اقدس جناب مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہٗ وکرمہٗ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ یہ مولانا محمد امین صاحب ولد برہان الدین صاحب ساکن چکوال ضلع جہلم کے رہنے والے ہیں انہوں نے دورۂ حدیث مولانا غلام اللہ خان صاحب کے مدرسہ میں کیا ہوا ہے اور منشی فاضل ہے جس کی سند ضائع کر دی ہے۔ اب مولوی فاضل کا امتحان دیا ہوا ہے۔ یہ ہمارے برسہا برس کے رفیق ہم خیال دوست ہیں ان کی

---

[1] دارالعلوم کے فاضل حضرت مولانا ہزاروی کے خادمِ خاص پرائیویٹ سیکرٹری اور مولانا کے جاری کردہ اخبار الجمعیۃ کے مدیر بھی رہے۔

... شاید محکمہ اوقاف اپنی تحویل میں سے اس لئے ان کو منظور سرکار کسی مدرسہ کی تصدیق کی ضرورت ہے اور ایسے ادارے کی سند ضروری ہے۔ اگر آپ اس قسم کی سند[1] عنایت کردیں کہ مولانا محمد امین ولد برہان الدین صاحب ساکن چکوال ضلع جہلم نے دورہ حدیث سمیت کتابیں پڑھ لی ہیں۔ ادارہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اسکی تصدیق کرتا ہے۔ کہ یہ فارغ التحصیل عالم ہیں اور امامت خطابت کے ہر طرح اہل ہیں۔ نیچے دارالعلوم حقانیہ کی مہر اور مہتمم صاحب کے دستخط ہوں۔ تو یہ آپکی مہربانی ہوگی بہرحال جو طریقہ آپ مناسب سمجھیں وہ استعمال کریں۔ یہ پرانے کارکن اور فارغ ہیں۔ فقط (یکم جون ۱۹۷۱ء)

مخدوم مکرم مولانا عبدالحق صاحب حقانی زید مجدہٗ واطیل عمرہٗ وادیم ظلہٗ (آمین)

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آج صبح اخبار جنگ میں ایک چھوٹا سا نوٹ شائع ہوا[2] ہے جسمیں حضرت کے بارہ میں درج ہے کہ انہوں نے متحدہ محاذ کی تجویز پر اظہار ناپسندیدگی کیا ہے۔ اور اسکی وجہ نیشنل کی طرف سے حضرت کی نقلیں اتارنے کو بھی بتایا گیا ہے۔ بہرحال نوٹ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ بعض آدمیوں نے اس نوٹ کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب (اطیل عمرہٗ وزید فضلہٗ) کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی۔ جس کا میں نے جواب دیا کہ ایسا ہوتا تو وہ حضرت مولانا کی نقلیں اتارنے کی بات کو نہ اچھالتے۔ نہ ان سے یہ توقع ہے۔ بہرحال پروپیگنڈے کا زمانہ ہے۔ دشمن گھات میں تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ خدا خدا کرکے عرصہ دراز کے بعد حضرت لاہوریؒ، حضرۃ درخواستی حضرت رائے پوری، حضرت ہالیجی شریف اور حضرت دین پوری وغیرہم کی برکات سے علماء حق کی تنظیم کی ناک لگ گئی ہے۔ اسلام کے دشمن اسکو برداشت نہیں کرسکے۔ ایسا نہ ہو کہ اس اخباری (غیر ذمہ دارانہ) نوٹ سے بحث و تمحیص اور باہمی اختلافات کا دروازہ کھل جائے۔ اگر ایسا ہوا تو خواہ مخواہ ہم میں پھوٹ ڈالنے کیلئے آپ حضرات کا نام استعمال کیا جائیگا جو بہت منحوس ہوگا۔ آپ ظاہری حالات کے سوا اپنی روشن ضمیری اور روحانیت سے بھی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ہر دوسری بات ہمارے اندر کسی دشمن کا تطرق زیادہ مضر ہے۔ اسی وجہ سے عرض ہے کہ آپ ہر دو ظاہری و باطنی اسباب کی وجہ سے بہتر طریقہ کار تجویز کرسکتے ہیں۔ لیکن خادم کی تجویز یہ ہے کہ آپ کی طرف سے اس نوٹ کی اس طرح تردید ہوجائے۔ اخبار جنگ میں اس قسم کا نوٹ شائع ہوا ہے۔ اُس نوٹ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ سوال نیشنل پارٹی یا قیوم گروپ کی سابقہ تلخیوں اور غلطیوں کا نہیں ہے۔ ہمارے قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ نے ماضی میں تمام طرح کے مخالفین کی غلطیوں کو معاف کردینے کا اعلان کرکے اسلامی خلاقی بلندی کا ثبوت دیا تھا۔ ہمارے سامنے صرف اور صرف ملک وملت کا مفاد ہونا چاہیئے۔ میں جمعیۃ علماء اسلام کے فیصلوں سے کسی طرح انحراف نہیں کرسکتا۔ فقط (۱۵ ستمبر ۱۹۷۱ء)

[1] دارالعلوم کی طرف سے کسی مستند عالم کی صلاحیت کے تصدیقی الفاظ تو دئے جاسکتے ہیں مگر دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہونے کی سند کسی بھی غیر فاضل کو ہرگز نہیں دی جاسکتی۔ نہ کبھی دی گئی ہے۔

[2] ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے بعد پیپلز پارٹی یا مسلم لیگ سے اشتراک سے جمعیۃ کو سرحد میں حکومت بنانے کا مسئلہ درپیش تھا۔ نیپ سے الیکشن میں شدید [illegible] ہوئی تھی اکثر ارکان اور رضا کار اور خود راقم کے علاوہ حضرت مولانا مدظلہ کی بھی نیپ سے اشتراک عمل رائے نہیں تھی۔ مگر مخالفین برادری کے بے من گھڑت بیانات اخبارات میں شائع کرتے رہے ایسے ہی ایک معاملہ پر یہ مکتوب لکھا گیا۔ مولانا ہزاروی اس اشتراک پر راضی تھے مگر حکومت کی تشکیل کے کچھ عرصہ بعد یہی اشتراک ان کے جمعیۃ سے الگ ہونے پر منتج ہوا۔

بقیہ از صک۳ مولانا عبداللہ

کی شرح اکمال الشیم ہے۔

۲۔ تیسیر المبتدی

قواعد زبان پر ابتدائی رسالہ ہے جو مدرسہ امدادیہ تھانہ بھون کے زمانۂ قیام میں تالیف کیا تھا۔

۳۔ تیسیر المنطق

۴۔ تسہیل النحو۔ ترجمہ نحو میر

ماخذ

اس مضمون کی تحریر میں حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

ظفر احمد تھانوی	انوار النظر فی آثار الظفر	مجلس صیانۃ المسلمین لاہور (۱۳۸۸ھ)
عبداللہ گنگوہی	اکمال الشیم	ادارہ اشرفیہ پاکستان کراچی (۱۳۷۹ھ)
محمد ثانی حسنی ندوی	حیات خلیل	مکتبہ اسلام۔ لکھنؤ (س۔ن)
محمد زکریا	تاریخ مظاہر	کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور (۱۳۹۲ھ)
محمد عاشق الٰہی میرٹھی	تذکرۃ الخلیل	مکتبہ قاسمیہ سیالکوٹ (۱۳۸۹ھ)

اسلامی ممالک میں غیر مسلم اپنی نئی عبادت گاہ نہیں بنا سکتے

علما بہاولپور کا ایک تازہ متفقہ فتویٰ

اسلامی ممالک میں غیر مسلم اپنے معبد اور گرجا تعمیر نہیں کر سکتے۔

ولا یجوز ان یحدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار.... ولا صنما فی دار الاسلام ولو قریۃ درمختار ج ۳ ص ۲۷۱

اسلامی ممالک میں غیر مسلم اپنے معبد خانے، گرجا، آتش کدہ خلوت خانے اور بت خانے نہ صرف شہروں بلکہ گاؤں میں بھی تعمیر نہیں کر سکتے۔

مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہے۔

وھذا احداث کنیسۃ لم تکن لھم بلاشک وانفقت مذاھب الائمۃ الاربعۃ علی انھم یمنعون عن الاحداث کما بسطہ، شرنبلالی شامی جلد ۳ ص ۲۷۳

اور گرجا کی یہ نئی تعمیر ان کے لئے قطعاً جائز نہیں ہے۔ مذاہب ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ انہیں گرجا کی تعمیر سے روک دیا جائے جیسا کہ شرنبلالی نے اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی!

ولا یجوز احداث البیعۃ ولا کنیسۃ فی دار الاسلام لقولہ علیہ السلام لا اخصاء فی الاسلام ولا کنیسۃ ہدایہ ج ۳ ص ۵۹۷

اسلامی ملکوں میں یہود و نصاریٰ کو گرجا بنانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ حضور پاک علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اسلام میں نہ تو نامرد بننا جائز ہے اور نہ ہی گرجا کی اجازت ہے۔

تنبیہ:۔ بہاولپور جو کہ خداداد اسلامی مملکت پاکستان کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور پاکستان کے وجود سے پہلے ہی حقیقی پاکستان کی عملی تصویر تھی۔ اس میں کوئی بھی کوئی بھی غیر مسلم خواہ یہود و نصاریٰ ہوں کہ مرزائی و بہائی عبادت کے لئے گرجا، نام نہاد مسجد اور خلوت خانے تعمیر نہیں کر سکتے۔

(علماء بہاولپور کے دستخط)

(شائع کردہ جامعہ رشیدیہ ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور)

افکار و اخبار

مردم شماری اور قادیانی ملتِ اسلامیہ کی عظیم قربانیوں اور طویل جد وجہد کے بعد قادیانی امت کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے ۷۴ء میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ اسلامیان پاکستان نے اطمینان کا سانس لیا۔ کہ اسلامی عقائد اور ملکی سالمیت کے خلاف مسلسل سازشیں کرنے والے گروہ کو ملک کے آئین میں اس کا صحیح مقام دے دیا گیا ہے۔ اور غیور مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لائی ہیں۔ مگر یہ اطمینان دیرپا ثابت نہ ہوا۔ اور ۷۴ء کے بعد سے نہ صرف یہ کہ کسی حکومت نے پارلیمنٹ کے فیصلہ کے قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ابھی تک کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا۔ بلکہ قادیانی گروہ کھلم کھلا آئین کے اس فیصلے کے خلاف زبانی وعملی بغاوت کر رہا ہے۔ قادیانی امت کے سربراہ مرزا ناصر نے گذشتہ دنوں لندن میں ایک پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے اس فیصلہ کو تسلیم نہ کرنے کا اعلان کیا۔ اور حال ہی میں چودھری ظفراللہ خان قادیانی نے پاکستان کے مختلف شہروں میں اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

آئین کے خلاف قادیانیوں کی بغاوت کی تازہ ترین مثال حالیہ مردم شماری کے دوران سامنے آتی ہے۔ کہ قادیانی گروہ پورے ملک میں مرزا ناصر کی ہدایت پر اپنے آپ کو مسلمانوں کی فہرست میں درج کرا رہے ہیں اور مردم شماری کے قواعد کے مطابق شمار کنندگان قادیانیوں کو ان کے کہنے پر مسلمان لکھنے پر مجبور ہیں۔

قادیانیوں کے اس طرزِ عمل سے نہ صرف پارلیمنٹ کے فیصلہ کی توہین اور خلاف ورزی ہو رہی ہے بلکہ اس عظیم فیصلہ اور ملتِ اسلامیہ کی طویل جد وجہد اور قربانیوں کا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور یہ صورت حال مسلمانوں کے لئے ناقابلِ برداشت حد تک تشویشناک بھی ہوتی جا رہی ہے۔ اس لئے ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ آئینی فیصلہ کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے مردم شماری کے قواعد میں ضروری ترامیم کی جائیں تاکہ کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہ لکھوا سکے۔ اور اسے سنگین جرم قرار دے کر سخت کارروائی کی جائے۔

نیز ہم تمام مکاتب فکر علمائے کرام۔ دینی کارکنوں اور راہ نماؤں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس صورت حال کے بارے میں اپنے خطبات و بیانات میں تفصیلی روشنی ڈالیں اور حکومت و عوام کو قادیانی طرزِ عمل کے سنگین نتائج سے آگاہ کریں۔ علاوہ ازیں جملہ اہل اسلام سے بھی گذارش ہے کہ وہ اپنے گرد وپیش قادیانیوں پر کڑی نظر رکھیں۔ اور اگر کوئی قادیانی خود

کو مسلمان لکھوانے پر اصرار کرے تو مردم شماری کا مسلمان عملہ اور دیگر اہل محلہ اس سے علاقہ کے اسسٹنٹ کمشنر یا دیگر حکام کے ذریعہ شماریات کمیشن کو فوری طور پر آگاہ کریں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، مولانا عبدالرحیم اشعر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

شیخ سعدی لاہوری اور شیخ آدم بنوری | الحق کا تازہ پرچہ وارد ہوا ۔ مولانا ہزاروی پر اداریہ سے آپ نے نہ صرف عقیدت و محبت کا حق ادا فرمایا بلکہ امت پر بھی عظیم احسان فرمایا۔

ہمارے ماحول میں تو اس قدر مؤثر رہا کہ بار بار پڑھا جاتا رہا ۔ پڑھنے والے کی آواز تھرا جاتی اور سننے والوں کی آنکھیں ڈبڈبا جاتیں ۔

الحق کے تازہ شمارہ صد ۳۳ پر ڈاکٹر محمد حنیف صاحب نے سید آدم بنوری سے متعلق جو یہ لکھ دیا ہے کہ انہوں نے اپنے اہل حرم کو شیخ سعدی لاہوری سے پردہ نہ کرنے کی ہدایات کرتے ہوئے فرمایا کہ

" سعدی میرا فرزند معنوی ہے جیسا کہ تم کو صلبی بیٹوں سے پردہ نہیں ہے اسی طرح اس بیٹے سے بھی پردہ نہیں چاہیئے "

بظاہر اگر مراد یہی ہے کہ " غیر محرم " کو " فرزند معنوی " کی تاویل سے محرم قرار دیا جا رہا ہے تو یہ شرعی نصوص اور قطعیات کے خلاف ہے ۔

سید آدم بنوری جیسی عظیم روحانی ، علمی اور شریعت و طریقت کی جامع شخصیت سے قطعاً یہ ممکن نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ پردہ سے متعلق تمام شرعی تعلیمات و تاکیدات سے بے نیاز ہو کر ایک غیر محرم سے خواہ وہ کوئی بھی ہو اپنے اہل حرم کو " فرزند معنوی " کی تاویل سے پردہ نہ کرنے کا حکم دیں ۔ جب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل حرم کو نابینا صحابیؓ سے پردہ کا حکم فرمایا تھا ۔

ایسے تاریخی روایات خواہ کسی نے بھی نقل کئے ہوئے عقیدت مندوں کے غلو کا نتیجہ ہوتے ہیں جو اکابر کی سوانح میں درج ہو کر تنقیص کا باعث بنتے ہیں

مولانا اخوندزادہ عبدالقیوم حقانی ، چکوالی

مولانا ہزارویؒ | ماہنامہ الحق کا انتظار رہتا ہے جب مل جاتا ہے تو مطالعہ کے بعد ہی چین آتا ہے ۔ اس بار نقش آغاز میں مولانا ہزاروی کے بارہ میں آپ کے طویل مضمون نے میرے کئی شکوک و شبہات ختم کر دیے جو ان کے بارہ میں ان کے مختلف اوقات میں اخباری بیانات اور ان کے پچھلے سالوں کے طرز عمل سے ایک عالم دین کے متعلق نہایت دکھ کے ساتھ میرے دل میں جاگزیں ہو گئے تھے ۔ آپ نے ان کے بعض امور جو اختلافی رہے ان سے نہایت احتیاط کے ساتھ لکھا بھی ہے اور ان کی مدافعت بھی کی ہے ۔

فتنہ مشرقی کے مناظرہ کی روئیداد جو آپ کے گرامی قدر قبلہ گاہ حضرت مولانا مدظلہ کے فیصلہ کے سمیت آپ کے

پاس محفوظ ہے تو وہ منظر عام پر آنی چاہیئے۔ شاید آپ اتفاق کریں کہ ایسے اہم مسودات کی اشاعت میں وقت کے تقاضے کو بھی پیش نظر رکھا جائے تو احسن ہوتا ہے۔

عبدالرحمان علیگ۔ چیئرمین میونسپل کمیٹی بہاولپور۔ ممبر صوبائی کونسل آف پنجاب

اسلام کا نام اور نفاذ؟ | حکومت اسلام کا نام لیتی ہے۔ مگر اسلام کو نافذ کرتے ہوئے کیوں جھجکتی ہے صرف بھٹو کو پھانسی دے دی گئی مگر بھٹو ازم زیرِ زمین بڑھتا ہی رہا۔ یہ غفلت میں حکومت چلا رہے ہیں اور بھٹو کا مشن جا رہا ہے۔ سرکاری افسروں کی کہیں نہ کہیں ان کو مدد حاصل ہے۔ تب ہی تو پاکستان کا طیارہ اغوا ہوا۔ ہماری عدالتیں اسلامی قانون کے نفاذ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ صدر ضیاء الحق سے اپیل کریں کہ سرکاری افسروں سے یہ کوٹ پتلون ٹائی بند کرادیں قمیص، شلوار اور ٹوپی قومی لباس قرار دیا جائے۔ ریڈیو پر فحش پروگرام اور فلمی گانے بند کرادو۔ ٹیلی ویژن پر ہر وقت کھیل ہی کھیل ہے۔ کیا اب بھی ہم پر انگریز قابض ہے۔ جو انگریزی قانون کو چلنے نہیں دیتا۔ اسلامی قانون کی بس کمیٹیاں ہی بنائی جاتی رہیں گی۔

یا اللہ اگر یہ حکومت بے بس ہے تو تو ہی ہماری فریاد سن۔ اگر آپ نے میرا خط نہ چھاپا تو میں یہ کہوں گا کہ آپ بھی ظلم کا ساتھ دے رہے ہیں۔

عبدالرحمان مہران سائیکل سٹور محراب پور جنکشن

الحق اور شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات | جیسے ہزاروں قارئین کو الحق میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے فیوضات و تبرکات کی تلاش ہوتی ہے۔ مگر پرچہ محروم نظر آتا ہے۔ الحق دینی دنیوی سیاسی ہر لحاظ سے جامع رسالہ ہے۔ مگر اس خامی کی تلافی پہ ضرور توجہ دیں۔

حافظ محمد امین حقانی مدرس دارالعلوم تیندو کرم الحنیفی

الحق۔ الحق میں حضرت مدظلہ کے خطاب جمعہ دئے جاتے رہے۔ جواب بوجہ ضعف و علالت کے ایک عرصہ سے متروک ہیں۔ اس وجہ سے الحق میں خطبات کا سلسلہ جاری نہیں رکھا جا سکا۔ تاہم جہاں بھی حضرت کی کوئی غیر مطبوعہ تقریر و تحریر یا ارشادات دستیاب ہوتے ہیں ہم اسے سرفہرست رکھتے ہیں۔ جیسے اس شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ جس تلامذہ، فضلاء اور متوسلین کے پاس ایسی غیر مطبوعہ تقریر یا ارشادات و مواعظ ہوں تو وہ صاف کرا کر ارسال فرما سکیں تو بصد شکریہ شائع کیا جائے گا۔

الحق

مولانا فضل محمد کی وفات | مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی پنجاب کے مہتمم و بانی دارالعلوم دیوبند کے جید فاضل اور بزرگ عالم حضرت مولانا فضل محمد صاحب ۲۳ر فروری کو رات ۱۱ بجے واصل بحق ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون مرحوم کی ساری زندگی دین اور علوم دینیہ کی نشر و اشاعت میں صرف ہوئی۔ آپ علماء دیوبند کے صفات و کمالات اور خصوصیات کا ایک زندہ نمونہ تھے۔ حق تعالیٰ ان کی برکات کو مدرسہ، تلامذہ اور صاحبزادگان کی شکل میں جاری ساری رکھے۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

ادارہ الحق

دارالعلوم حقانیہ کے شب و روز

شفیق فاروقی

۲۵ر فروری مولانا حمداللہ صاحب ڈاگئی مردان دارالعلوم تشریف لائے اور طلباء سے خطاب فرمایا۔

۳ر مارچ۔ صاحب علم وفکر جناب بریگیڈیر گلزار احمد صاحب دارالعلوم تشریف لائے۔ دفتر الحق میں جناب مدیر صاحب سے تبادلہ خیالات کیا

۷ر مارچ۔ اکوڑہ خٹک کے ایک معمر حافظ قرآن خوشحال دین صاحب رحلت فرما گئے۔ انہوں نے ساری زندگی قرآن کریم کے درس اور حفظ کرانے میں خرچ کی۔ حضرت شیخ الحدیث نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۸ر مارچ۔ دارالعلوم کے شعبہ تعلیم القرآن مڈل سکول کے دینیات کے سالانہ امتحانات ہوئے دارالعلوم کے جید اساتذہ اور شہر کے بعض علماء نے امتحان لیا۔

۹ر مارچ۔ مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی کے حضرت مولانا مفضل محمد صاحب مرحوم کی وفات پر دارالعلوم میں اظہار تعزیت کیا گیا۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے درس حدیث کے بعد دارالحدیث میں ایصال ثواب کرایا۔ اور دعا کرائی۔

۱۲ر مارچ۔ مولانا عبدالباقی صاحب سرحد کے صوبائی وزیر مال و اوقاف دارالعلوم تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ملاقات کی نئی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے دعا کی درخواست کی۔ وہ کافی دیر تک دفتر الحق میں مدیر صاحب کے ساتھ رہے۔

۱۴ر مارچ۔ دارالعلوم کے ششماہی امتحانات تحریری اور تقریری شروع ہوئے جو ایک ہفتہ تک جاری رہے۔

۱۵ر مارچ۔ دارالعلوم کے شعبہ تجوید و تحفیظ قرآن کریم کی شاندار عمارت زیر تعمیر ہے۔ تعمیری ضروریات کے سلسلہ میں لکڑی کے بعض تجار کو لکڑی کی شکل میں مدد فرمانے کی توجہ دلائی گئی۔ اس اپیل پر درگئی کے ایک نہایت صاحب درد اور مخیر شخصیت نے تقریباً تین سو فٹ سے زائد عمدہ لکڑی بطور عطیہ پیش فرمائی۔ اس خطیر امداد پر پورا حلقہ دارالعلوم ممنون اور دعاگو ہے۔ تقریباً ایک ہزار فٹ تعمیراتی لکڑی کا تخمینہ ہے۔ امید ہے کہ اہل خیر اس صدقہ جاریہ میں حصہ لینے کی سعی کریں گے۔

۲۸ر مارچ۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ایک معمر اور رسیدہ خالہ محترمہ کا بمقام لوند خوڑ مردان انتقال ہوگیا۔ نماز جنازہ حضرت مدظلہ نے پڑھائی۔ اور مقبرہ میں حاضرین سے گھنٹہ بھر خطاب فرمایا۔ مرحومہ مولوی فضل سبحان فاضل حقانیہ اور مولانا عزیز الرحمان کی والدہ محترمہ تھیں۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

تعارف و تبصرہ کتب

(ادارہ)

مولانا آزاد اور ان کے ناقد | مرتب جناب ایم اے شاہد ناشر موڈرن پبلشرز، گول مپرس، مارکیٹ صدر کراچی۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ صفحات ۱۶۰ قیمت ۲۰ روپے

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ لیکن عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ لا یُرمیٰ الشجرۃ الا ذو ثمر۔ مولانا آزاد کے ساتھ بھی کچھ اسی قسم کا واسطہ پیش آیا۔ ایک وقت تھا جب کہ مولانا آزاد کے خلاف بعض جرائد و اخبارات نے الزامات و اتہامات کا ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کیا تھا۔ اب اگرچہ وہ فتنہ تو ختم ہو چکا ہے۔ لیکن پھر بھی گاہ بگاہ اس کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔

فاضل مرتب نے مولانا آزاد کے معاصرین اور ان کے دفاع میں اخبارات و رسائل کے مضامین مرتب کئے ہیں جن میں مولانا آزاد کی شخصیت کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اور ان کے خلاف مخالفین کے طعن و تشنیع کے مسکت جواب دئے گئے ہیں۔

مولانا آزاد کی ہمہ گیر شخصیت سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس کتاب میں بہت کچھ موجود ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی میاں کے چند گراں قدر مضامین بھی شامل ہیں۔ ان کی مخصوص طرز نے کتاب کی افادیت میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ اس کاوش پر فاضل مرتب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ قیمت باعتبار صفحات اگر کم مقرر کی جاتی تو مناسب ہوتا۔

دورِ جدید کے عالمگیر فتنے | مرتب منشی عبدالرحمان خان۔ ناشر جاوید اکیڈیمی ملتان
کتابت و طباعت حسین اور دیدہ زیب قیمت -/۲۰ روپے

فاضل مرتب نے دورِ جدید کے مشہور عالمگیر دینی فتنوں مثلاً یہودی، سبائی پرویزی، نظریاتی، اجتماعی، تہذیبی، جنسی، جمہوری، اشتراکی، قادیانی، ثقافتی، علاقائی، لسانی فتنوں پر نہایت موثر انداز میں قلم اٹھایا ہے۔ اور بیسیوں مآخذ کو کھنگالا ہے۔ ابتدا میں دس صفحات پر مشتمل تمہید بعنوان ارتدادی مہم بھی ایک گراں قدر کاوش ہے۔

جدید ثقافت اور الحاد و اباحیت سے متاثر نوجوانوں کے لئے اس کا مطالعہ خاص طور سے مفید ہے۔
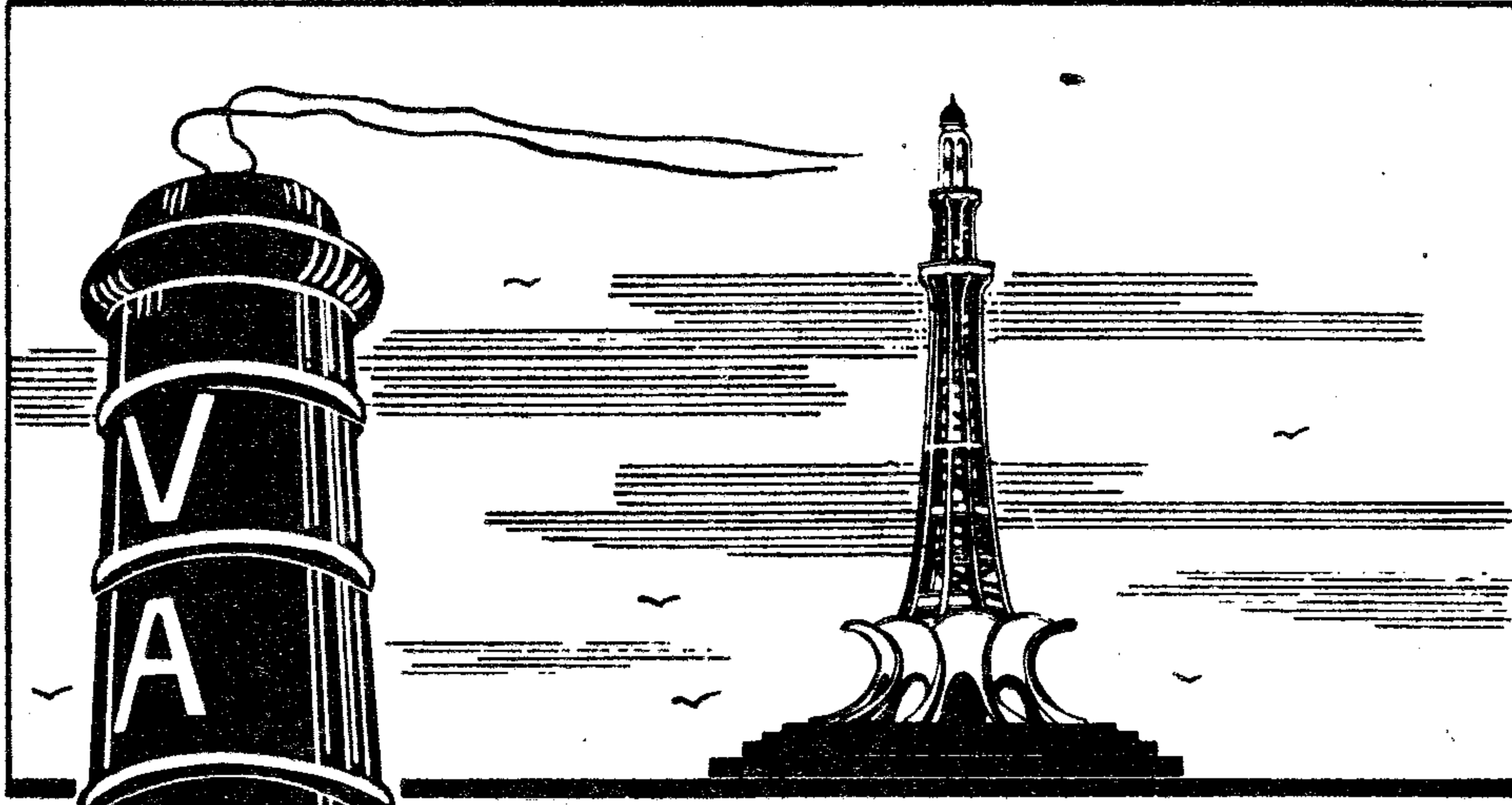
VALIKA
ولیکا
پاکستان کے صنعتی نقشہ میں
اُبھرنے والا سب سے پہلا نام
پاکستان کے صنعتی میدان میں سب سے
پہلے پروجیکٹ کی بنیاد رکھنے کا اعزاز ولیکا کو
حاصل ہے۔ مُلک میں عظیم صنعتوں کے
قیام کے لئے ولیکا کی نمایاں کاوشیں،
قومی معیشت کی ترقی سے وابستہ اداروں کے لئے ہمیشہ
تقویت کا باعث رہی ہیں۔
ولیکا وولن ملز
کمپنی لمیٹڈ
ORIENT

ANOTHER TWINKLING
ADDITION IN THE GALAXY
OF STAR FABRICS

AND IT'S ·SANFORIZED·
REGD. LTD. MK.

- BLENDED FABRICS
- CREASE RESISTANT
- WASH-N-WEAR
- MERCERISED

makers of the finest poplins

STM-1/79

Ci Crescent Communications International

ہماری اور دوسری فضائی کمپنیوں کی مشکلات

(ترتیب شدہ اوسط گوشوارہ)

(اسٹینفورڈ ریسرچ انسٹیٹیوٹ کا متعین کردہ معیار برائے پی آئی اے ہر ۱۵ ہزار سامان پر ۵ عدد)
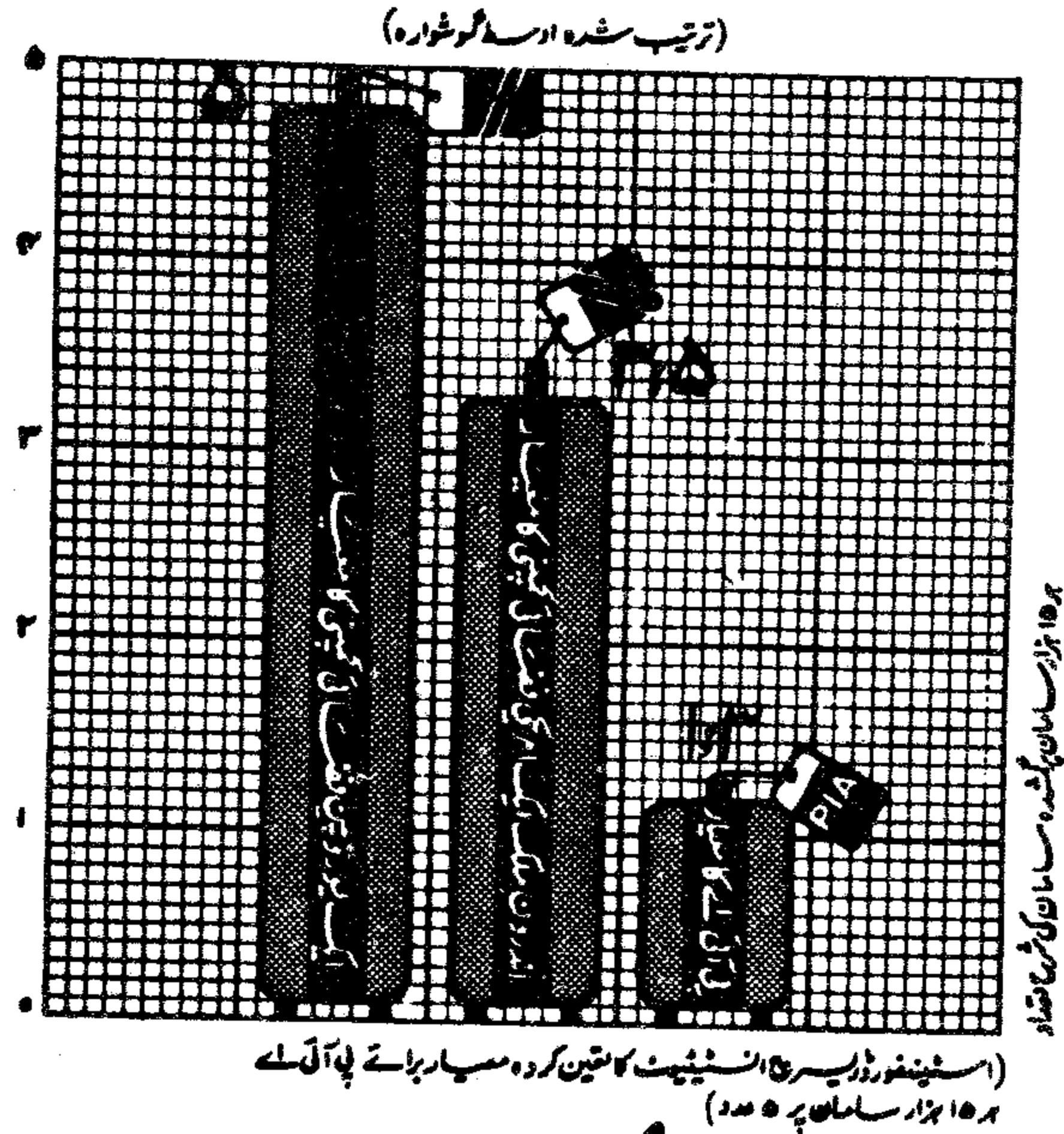
دنیا کی فضائی کمپنیوں کے لئے سامان کی گمشدگی ایک کروڑ ۵۰ لاکھ امریکی ڈالر کا مسئلہ

ایاٹا (IATA) کے مطابق دنیا کی تمام فضائی کمپنیاں اپنے مسافروں کے سامان کی گمشدگی کے مطالبات پر ہر سال ایک کروڑ ۵۰ لاکھ امریکی ڈالر سے زیادہ بصورت تاوان صرف کرتی ہیں، اور ان میں سے بیشتر فضائی کمپنیاں اس حقیقت کا اعتراف کرتی ہیں کہ مسافروں کی شکایات کا سب سے بڑا مرکز ان کے سامان کی گمشدگی کا ہے۔ اور یقیناً جسے بہتر سے بہتر بنانے کی فوری ضرورت ہے۔

پی آئی اے بھی ان شکایات سے مستثنیٰ نہیں بجا طور پر ہم بھی اعتراضات کے شکار ہوتے ہیں۔ لیکن مجموعی فضائی صنعت کا موازنہ ہم یوں کرتے ہیں:

۱۹۷۹ء میں ہم نے سامان کی گمشدگی کے جو مطالبات وصول کئے وہ ہر ۱۵ ہزار سامان پر ۱.۳ کی شرح سے زائد نہ تھے۔ یہ شرح مزید کم ہو سکتی تھی اگر ایاٹا کے قواعد و ضوابط کے مطابق مسافروں نے اپنے سامان پر شناختی پرچیوں کو نمایاں جگہ چسپاں کر کے ہم سے تعاون کیا ہوتا۔

اسی عرصہ میں یعنی ۱۹۷۹ء دنیا کی ممتاز فضائی کمپنیوں نے سامان کی گمشدگی کے جو مطالبات وصول کئے وہ ہر ۱۵ ہزار سامان پر ۳.۵ کی شرح سے بھی زیادہ تھے۔ ان فضائی کمپنیوں کو جدید ایئرپورٹ ٹرمینل، آٹومیشن اور کمپیوٹرائزیشن کی بہترین سہولتیں میسر ہیں۔ پھر بھی ان کی کارکردگی پر شدید اعتراضات ہوئے ہیں یہاں تک کہ امریکہ کی ایک مشہور و معروف فضائی کمپنی کو ۶۰ ہزار غیر مطمئن مسافروں کے سامان کی گمشدگی کے سلسلے میں ۲۰ لاکھ امریکی ڈالر کی ادائیگی سے دوچار ہونا پڑا۔

آج جبکہ دنیا کی بیشتر فضائی کمپنیاں مطالبات کی ادائیگی اور سفری سہولتوں کو بہتر بنانے کے لئے ایک کثیر رقم خرچ کرنے پر مجبور ہیں، پی آئی اے کی گمشدگی سامان کی شرح میں متواتر کمی کی وجہ سے اس سال ہمارے بیمہ ایجنٹ نے بیمہ کی شرح میں ۱۰ فیصد سے بھی زیادہ کمی کر دی ہے، بلاشبہ یہ پی آئی اے کی اعلیٰ کارکردگی پر اعتماد کی ایک روشن دلیل ہے۔

ہماری تمام تر کارکردگی کے پیش نظر اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ جدید سہولتوں کے فقدان کے باوجود پی آئی اے ہمیشہ اپنی خدمات کے اعلیٰ معیار کو برقرار رکھتا ہے، اور جہاں بھی ممکن ہوتا ہے، دنیا کی بہترین فضائی کمپنیوں سے بھی بلند معیار پیش کرتا ہے۔